Apr to June-2016

فکر صدر الافاضل کا نقیب علمی، فکری، تحقیقی کتابی سلسلہ

سوادِ اعظم دہلی

خصوصی ضمیمہ

بموقع عرس نعیمی

فدائے ملت

سرکار غریب نواز
افتخار ہندوستان

فدائے ملت ایک نابغہ روزگار شخصیت

متحدہ قومیت کی تائید و توثیق حقیقت کیا ہے؟

فدائے ملت گلستان نعیم کے گل سرسبد

اے حرم قرطبہ!
ہم تجھ سے شرمندہ ہیں

ایڈیٹر غلام مصطفی نعیمی

Rs. 25/-

بیادگار

استاذ العلماء فخر الاماثل صدر الافاضل الشاہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ الہادی

ماہنامہ سوادِ اعظم دہلی

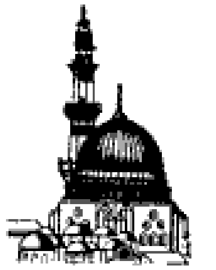

جلد ۵ — رجب المرجب ۱۴۳۷ھ/اپریل ۲۰۱۶ء — شمارہ ۱۱

ایڈیٹر

غلام مصطفےٰ نعیمی

مجلس مشاورت

مفتی محمد ایوب نعیمی رضوی پرنسپل جامعہ نعیمیہ	(مرادآباد)
مفتی سلیمان نعیمی برکاتی	(مرادآباد)
مفتی محمد اطہر نعیمی	(کراچی)
مولانا سید ہاشم نعیمی خانقاہ نعیمیہ	(مرادآباد)
مفتی شمشاد حسین رضوی	(بدایوں)
مولانا عبدالسبحان نعیمی	(دہلی)
مولانا نور محمد نعیم القادری	(ممبئی)
مولانا محمد احمد نعیمی	(دہلی)
مولانا کمال احمد علیمی	(جامعہ شاہی بستی)

مجلس ادارت

مشیر خاص	:	علامہ محمد ہاشم صاحب نعیمی (مرادآباد)
معاون مدیر	:	محمد عظیم خان ازہری
تزئین کار	:	مستفیض احمد نعیمی

ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	۲۵ روپے
سالانہ	۱۰۰ روپے
اعزازی	۵۰۰ روپے
بیرون ممالک	۲۵ امریکی ڈالر

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ سوادِ اعظم دہلی ۴۲۳ مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔۶

Mob:.9717285505-9758788590

SAWAD-E-AZAM (Quarterly) 423 Matia Mahl Jama Masjid Delhi-6

Mob:.9717285505-9758788590

نوٹ: کسی بھی طرح کی قانونی یا عدالتی چارہ جوئی صرف دہلی کی عدالت میں ہی قابل سماعت ہوگی۔ (ادارہ)

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں

Email-gmnaimi@gmail.com

sawadeazam@gmail.com

مشمولات سواد اعظم

نمبر شمار	کالمز	قلم کار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	اداریہ	غلام مصطفی نعیمی	السلام اے غازیِ ملت السلام!	۳
۲	سیرِ صحابہ	قاری محمد صابر حسین قادری	حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۵
۳	حالاتِ حاضرہ	علامہ یٰسین اختر مصباحی	متحدہ قومیت کی تائید وتوثیق۔حقیقت کیا ہے؟	۷
۴	سیرِ اسلاف	علامہ پیر محمد تبسم بشیر اویسی	حضرت سیدنا داتا علی ہجویری گنج بخش علیہ الرحمہ	۱۲
۵	ماہِ رواں	عطاء الرحمٰن نوری	عطائے رسول سرکار غریب نواز: افتخارِ ہندستان	۱۵
۶	ماہِ رواں	علامہ پیر محمد تبسم بشیر اویسی	اپریل فول ڈے منانا کیسا؟	۱۷
۷	گوشۂ تاریخ	محمد احمد ترازی	اے حرمِ قرطبہ! ہم تجھ سے شرمندہ ہیں	۲۲
۸	جہانِ فدائے ملت	غلام مصطفی نعیمی	شہزادۂ صدرالا فاضل،صدرالعلما ایک تعارف	۲۵
۹	جہانِ فدائے ملت	علامہ سید نظام الدین نعیمی	حضور فدائے ملت ایک نابغۂ روزگار شخصیت	۲۹
۱۰	جہانِ فدائے ملت	مفتی سید بختیار الدین نعیمی	حضور فدائے ملت: ایک جائزہ	۳۳
۱۱	جہانِ فدائے ملت	غلام مصطفی نعیمی	فدائے ملت حضرت علامہ سید مظفر الدین نعیمی	۳۵
۱۲	جہانِ فدائے ملت	مفتی فراغ احمد خان نعیمی	فدائے ملت صدرالا فاضل کے سچے جانشین	۴۰
۱۳	جہانِ فدائے ملت	مفتی اقبال احمد مصباحی نعیمی	تجلیاتِ فدائے ملت	۴۱
۱۴	عالمی منظرنامہ	پروفیسر اسمٰعیل بدایونی	مجرم کون؟	۴۳
۱۵	عالمی منظرنامہ	ابن جیلانی مدنی	سائنس کی ترقی یا۔۔۔؟	۴۴
۱۶	جہانِ فدائے ملت	نادر سہیل نوری	خانوادۂ صدرالا فاضل کے لعل و گہر فدائے ملت	۴۵
۱۷	مکتوبات	قارئین کے خطوط	قارئین	۴۷
۱۸	منظومات	تجلیاتِ سخن	فیروز برہان پوری، حبیب اللہ فیضی، مفتی اقبال احمد	۵۳
۱۹	کتب نمائی	توفیق احسن برکاتی	مقالاتِ تاج العلماء	۵۴
۲۰	ملکی منظرنامہ	ایک عینی شاہد	صوفی کانفرنس اور اس کے اثرات کا منصفانہ جائزہ	۵۵

اداریہ

غلام مصطفیٰ نعیمی

السلام اے غازی ملت السلام!

غازی ممتاز قادری علیہ الرحمہ کی شہادت اور چہلم پر ایک نم ناک تحریر

29،فروری 2016ءمطابق ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ بروز پیر کواسلام کے نام پر بنائے گئے ملک پاکستان میں حرمت رسول کی پاسبانی کی پاداش میں ایک عاشق رسول کو تختہ دار پر لٹکا کر پاکستانی حکمرانوں نے اسلام دشمنی اور بے غیرتی کی وہ تاریخ رقم کی ہے کہ جب جب محبان عشق رسالت کی جماعت ممتاز قادری کی شہادت پر آنسو بہائے گی تب تب پاکستان کے ان غدارانِ رسالت پر ہزاروں لعنتیں بھی ضرور بھیجے گی جنہوں نے اپنے آقایانِ نعمت یہود ونصاریٰ کی رضا وخوش نودی کے لیے اپنی حمیت وغیرت کے ساتھ ساتھ دینی غیرت کو بھی بیچ ڈالا۔

غازی ممتاز قادری اور حرمت رسالت کی پاسبانی:

غازی ممتاز قادری جنھوں نے حرمت رسالت پر اپنی فانی جان قربان کرکے ابدی زندگی حاصل کرلی،ایک متوسط مگر دین دار گھرانے کے فرزند تھے جن کے گھر میں ان کے والد نے ایک گوشے کو عبادتِ خدا کے لیے خاص کر رکھا تھا۔ان کے والد محترم جب بھی نمازِ تہجد پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے کوئی نامعلوم شخص ان کے دروازے پر یہ آواز لگا کر جاتا کہ تمہارے گھر ایک ایسے لڑکے کی ولادت ہونے والی ہے جو بڑا ہوکر اسلام کی حفاظت کرے گا۔اس بشارت کے دو سال کے بعد ان کے آنگن میں ''ممتاز'' نام کا پھول مہکا،جس نے ان کے پورے گلشن کو لالہ زار کردیا۔

غازی ممتاز قادری نے حرمت رسالت کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے گستاخ رسول سلمان تاثیر کو واصل جہنم کردیا اور حکومت پاکستان نے اس عاشق صادق کو اسی ''خوب صورت اقدام'' کی وجہ سے تختہ دار پر پہنچا کر یہود ونصاریٰ کی فرحت وشادمانی کا سامان کیا۔

کون تھا سلمان تاثیر؟

سلمان تاثیر کے بارے میں اختصاراً اتنا جان لیں کہ یہ ایک آزاد خیال ماڈرن اور نام کا مسلمان تھا۔اس کے بیٹے آتش تاثیر نے ایک کتاب ''Sternger to History''میں اپنے باپ کے بارے میں کچھ احوال لکھے ہیں اسی کتاب سے چند اقتباسات کا خلاصہ یہاں تحریر کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہوجائے گا کہ سلمان تاثیر کس طرح کا بدطینت اور بدکار انسان تھا۔

1۔سلمان تاثیر کے باپ کا نام محمد دین تھا مگر اس نانہجار کو نبی کریم علیہ السلام کے نام سے اتنی نفرت تھی کہ محمد دین کے بجائے''ایم۔ڈی'' لکھتا تھا تاکہ اسے''محمد''نہ لکھنا پڑے۔

2۔اس کمبخت کو خنزیر کا گوشت کھانے کا بڑا شوق تھا۔

3۔اس ملعون نے زندگی بھر کوئی بھی نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اس نے کبھی نماز عید بھی نہیں ادا کی۔

4۔کبھی اس رسوائے زمانہ انسان نے رمضان المقدس کے روزے نہیں رکھے۔

5۔سلمان تاثیر کی ماں ایک عیسائی عورت تھی اسی وجہ سے اس کا خاندان ایک لادین اور مذہب بیزار تھا۔

اس بدبخت کو پاکستان کے سابق صدر آصف علی زرداری نے 2008ء میں صوبہ پنجاب کا گورنر بنایا۔کچھ دنوں کے بعد وہاں پر ایک عیسائی راہبہ ملعونہ آسیہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں ایسے توہین آمیز جملے کہے جنہیں لکھتے ہوئے ہاتھ کانپتے ہیں اور کہتے ہوئے زبان میں طاقت نہیں ہوتی۔اس بات پر پورے پنجاب میں اور بعد میں پورے پاستان میں اہل اسلام اس شدید قسم کی توہین رسالت پر چیخ اٹھے اور کچھ افراد نے اس کے خلاف مقدمہ دائر کردیا اور اس بدبخت اور بدزبان عورت کو جیل بھیج دیا گیا۔یہ ملعونہ ابھی بھی زندہ ہے اور جیل میں ہے۔اس وقت جب کہ پورے ملک کے مسلمانوں کے دلوں میں آگ سلگ رہی تھی ہر دل نبی کی توہین پر بے قرار تھا عین اسی وقت میں

اس بد باطن سلمان تاثیر نے اس عیسائی عورت کے حق میں آواز اٹھا کر اپنے ملحد اور زندیق ہونے کا ثبوت دیا۔ صرف اتنا ہی نہیں اس مردود نے جیل میں جا کر اس دشمن رسول سے ملاقات بھی اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا وہ اسے جیل کی سلاخوں سے آزاد کرائے گا۔ اس کے بعد اس بددین انسان نے حرمت رسالت قانون کے خلاف ہر جگہ بکواس شروع کردی اور یہ کہنے لگا کہ ایک فوت شدہ شخص کی عزت کے نام پر زندوں کو قتل کرنا ظلم ہے اور یہ قانون کالا، ظالمانہ اور انسانیت کے خلاف ہے۔ سلمان تاثیر کی یہ شدید گستاخانہ حرکت تمام اہل اسلام کے دلوں کو گھائل کرگئی اور بہت سارے افراد نے اس کے خلاف احتجاج بھی کیا لیکن ڈھاک کے تین پات کی مانند کچھ نہیں ہوا اور یہ گستاخ مسلسل حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کرتا پھرتا رہا یہاں تک غازی ممتاز قادری علیہ الرحمہ کی حرارت ایمانی پھڑک اٹھی اور انہوں نے اس ظالم کو کیفر کردار تک پہنچاتے ہوئے واصل جہنم کردیا۔

غازی صاحب پر مقدمہ اور پھانسی:

غازی ممتاز قادری کو گرفتار کرنے کے بعد بڑی تیزی سے ان کے مقدمے کی پیروی ہوئی حالانکہ کسی وکیل نے ان کے خلاف پیروی نہیں کی اور اکثر ججوں نے ان کے کیس کی سنوائی کرنے سے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ ایک عاشق رسول کے خلاف فیصلہ دے کر وہ عاقبت برباد نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن حکومت میں بیٹھے ہوئے یہود ونصاریٰ کے غلاموں نے اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے بہت تیزی کے ساتھ اس کیس کو چلایا اور بالآخر ۲۰ جمادی الاولیٰ کو اس عاشق صادق نے تختہ دار کو چوم کر عاشقوں کی فہرست میں اپنا نام لکھا کر خود کو زندۂ وجاوید کرلیا۔

یہ وہ لاہور ہے جہاں کبھی گستاخ رسول راج پال کے قتل کے جرم میں غازی علم الدین شہید کو تختہ دار پر لٹکایا گیا تھا اور ایک بار پھر اسی شہر میں غازی ممتاز قادری کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا حالانکہ جس وقت غازی علم الدین کو شہید کیا گیا وہ انگریزی دور حکومت تھا اور آج نام نہاد مسلمانوں کا راج ہے لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ کل بھی پیغمبر کی حرمت کی پاسبانی کی وجہ سے ایک عاشق کو شہید کیا گیا اور آج بھی اسی وجہ سے ایک عاشق تختہ دار پر جھول گیا تاریخ پاکستان کے ان بے حمیت حکمرانوں کو کبھی معاف نہیں کرے گی جب جب تاریخ کا مطالعہ کیا جائے گا اسلام کے ان غداروں کو دنیا لعنت ملامت کرتی رہے گی اور حشر میں انہیں خدا کے حضور جواب دہ ہونا پڑے گا۔

بوقت پھانسی غازی صاحب کی مومنانہ کیفیات:

جس وقت غازی ممتاز کی پھانسی کا وقت ہوا، آپ نے پوری رات عبادت و ریاضت میں گزاری اور صبح اُٹھ کر نمازِ فجر ادا کی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد آپ نے نعت رسول ﷺ کا ورد شروع کردیا اور ان کے لبوں پر درود وسلام کے ترانے تھے۔ چہرے پر چمک اور آنکھوں میں اُمنگ تھی اور کیوں نہ ہوتی آخر ایک پروانۂ شمع رسالت پر قربان ہونے جارہا تھا۔

آج غازی ممتاز قادری کی شہادت کو چہلم ہوگیا ہے مگر غازی کی یادیں مٹنی والی نہیں ہیں کیوں کہ جو پروانے شمع رسالت پر قربان ہو جاتے ہیں ان کی جگہ مومنوں کے دلوں میں ہوتی ہے۔ جب تک یہ دنیا قائم رہے گی شہید ممتاز کا نام ''ممتاز'' رہے گا۔ بڑے بڑے صاحبانِ علم وعقل سوچتے ہی رہ گئے اور عشق بازی لے گیا۔ وہ عاشقِ صادق جس نے حرمتِ رسالت کی پاسبانی کرکے اُمت محمدیہ کے قلب وجگر میں عشق و حرارت کی جوت جگائی اور اخیر میں یہ پیغام دے گیا۔

صلیب و دار چلے دشت و کہسار چلے
جہاں بھی تم نے پکارا ہے جاں نثار چلے

OOOO

مرادآباد میں سوادِ اعظم ملنے کا پتہ

نعیمی کتب خانہ، جامعہ نعیمیہ روڈ دیوان بازار مرادآباد

موبائل نمبر:7500938087

مصباحی بک ڈپو، بڑی مسجد کے سامنے عابد نگر پیر کا بازار کرولا

مرادآباد۔ موبائل نمبر:9536988206

سیرت

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا

قاری محمد صابر حسین قادری
رکن امام احمد رضا مومنٹ، علماء بورڈ بنگلور

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا ۵۵۵ ء عیسوی میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی پیدائش سے پندرہ سال قبل اصحاب فیل کی تباہی و بربادی کا واقعہ ظہور ہو چکا تھا۔ آپ بچپن ہی سے نہایت شریف الطبع اور نیک طینت تھیں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا کے والد خویلد بن اسد اس دور میں مکہ مکرمہ کے ایک کامیاب اور معروف تاجر تھے۔ وہ نہ صرف اپنے قبیلہ میں بڑی باعظمت شخصیت کے مالک تھے بلکہ اپنے خوش معاملگی اور دیانت داری کی بدولت تمام قریش میں ہردلعزیز اور محترم و معظم تھے۔ حضرت بی بی خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا جو قریش کی ایک مالدار اور نیک خاتون تھی۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مال تجارت لیا اور سفر میں تشریف لے گئے۔

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پچیس سال تھی اس سفر میں نسطورا راہب کے پاس سے آپ کا گذر ہوا اس نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کا ذکر انبیائے سابقین کے کتابوں میں ملتا ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا کا غلام میسرہ بھی شریک سفر تھا۔ اُس نے اس سفر میں آپ کی بہت سی خرق عادت والی باتیں دیکھیں۔ جب آپ سفر سے واپس آرہے تھے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا بالا خانہ پر بیٹھی ہوئی آمد کا پر کیف منظر دیکھ رہی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے دیکھا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے آرہے ہیں اور دو فرشتے ان پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔ میسرہ نے بیان کیا کہ میں نے پورے سفر میں ایسے ہی دیکھا ہے۔ اور سفر کی دوسری خرق عادت والی باتیں بھی بیان کیں۔ یہ سن کر حضرت خدیجۃ کا دل ان کی طرف کھینچنے لگا اور سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کی پیش کش کی۔

جب ابو طالب کو اطلاع ہوئی تو معمولات طے ہونے کے بعد وہ چند اشراف قریش کو لے کر حضرت خدیجۃ الکبری کے گھر پہنچے حضرت خدیجہ کی طرف سے ان کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل ذمہ دار تھے۔ ابو طالب نے خطبہ پڑھا دوران خطبہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے فضائل و مناقب بیان کئے اور نکاح منعقد ہو گیا۔ نکاح سے قبل حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نے ایک نورانی خواب دیکھا وہ یوں کے آسمان سے آفتاب ان کے گھر اتر آیا اور اس انوار سے تمام گھر نورٌ علیٰ نور ہو چکا ہے یہاں تک کہ کاشانۂ طاہرہ سے آفتاب کے نور نے پھیلنا شروع کردیا جس سے تمام مکہ مکرمہ انوار و تجلیات سے روشن ہو گیا یہاں تک کہ کوئی ایسا گھر نظر نہ آیا جو اس نور سے منور نہ ہوا ہو۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں جب بیدار ہوئی تو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے خواب بیان کیا اس نے نہایت ہی اعلیٰ تعبیر دیتے ہوئے فرمایا خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح کا اعزاز اور شرف پائیں گی۔

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ طاہرہ سے نکاح فرمایا تو حاسدین و معاندین باتیں بنانے اور کہنے لگے محمد بن عبداللہ کے پاس تو کسی قسم کی چیز نہیں مال و دولت سے انکا دامن خالی ہے خدیجہ کو مکہ مکرمہ میں سب سے بڑی رئیسہ مالدار اور امیر ترین خاتون ہے اس نے تو ایک فقیر سے نکاح کیسے کرلیا ہے جب یہ سب باتیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کانوں تک پہنچی تو انہیں اس بات پر بڑی غیرت آئی۔ تمام روسائے مکہ کو حرم شریف میں بلایا سبھی کے سامنے علی الاعلان فرمایا لوگوں اچھی طرح سن لو میری جان، میرا مال، میری دولت جس کی میں واحد مالکہ تھی تمام کی تمام اپنے سرتاج تاجدار عرب و عجم جناب احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں نظر کرتی ہوں۔ اگر وہ میرے فقر پر راضی ہوں تو یہ بات میرے لیے باعث صد افتخار ہوگی اور ان کی بڑی مہربانی و کرم نوازی ہے کہ میری پیشکش کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ یہ ان کا مجھ پر بے حد احسان ہوگا۔ مجھے تو ہر بات ہر چیز ہر معاملہ میں ان کی رضا مطلوب ہے۔

حاضرین یہ اعلان سنتے ہی حیران و ششدرہ رہ گئے جو چند دن پہلے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غریب اور فقیر کہتے نہیں تھکتے تھے۔ وہ منہ

لٹکائے شرمساری سے گردنیں جھکائے یہ کہتے ہوئے جارہے تھے۔ اب تو پورے مکہ مکرمہ میں محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی امیر نہیں۔

سرور عالم محبوب مکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بڑی محبت والفت کے ساتھ زندگی بسر کی۔مصائب وآلام اور رنج وتکالیف میں صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا۔

کفار ومشرکین مکہ نے آپ سے نبوت ورسالت کا اعلان سنتے ہی دشمنی پر کمر بستہ ہوگئے۔چھوٹے، بڑے، اپنے، پرائے، مرد وزن سبھی لوگ آمادۂ پیکار ہوئے۔آپ اور آپ کے چند گنتی کے صحابہ وصحابیات سے مکمل طور پر بائیکاٹ کر دیا اور ہر طرف سے یورش شروع ہوگئی۔یہاں تک کہ آپ کو شہید کرنے کے منصوبے بنائے گئے۔ایسی نازک صورت میں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہانے بڑی ہمت سے آپ کی رفاقت کا حق ادا کیا، مال ومتاع اور تمام زر وجواہر تو پہلے ہی فرصت میں آپ کی زندگی نظر کر چکی تھیں۔سادگی، تواضع اور فکر کو اپنا زیور بنا کر خوشی ومسرت سے شکر خداوندی بجالا رہی تھیں۔

القصہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال کا وقت قریب آپہنچا۔نبیٔ اکرم ﷺ سے عرض کیا: اے میرے حبیب، اے میرے آقا! اے میرے سرتاج ﷺ تھوڑی سی دیر میرے یہاں تشریف رکھیے۔ حضور ﷺ جیسے ہی تشریف رکھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دل بستہ ہو کر عرض کرنے لگی۔یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنی زندگی آپ کی خدمت میں بسر کی اور اب قاصد اجل آنے ہی والا ہے اور میں آپ کی جدائی کا صدمہ دل پر رکھے جارہی ہوں۔میری گذارش ہے کہ بروز قیامت مجھے اپنے ساتھ رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میری بخشش ومغفرت کی سفارش کرنا۔ایسی مشکل گھڑی میں آپ کی سفارش وشفاعت کی طالب ہوں اور خاص کر عرض گذار ہوں کہ مجھ ناتواں سے آپ کی خدمت بجالانے میں کوئی کمی یا کوتاہی ہوئی تو معاف فرما دیجئے۔میری بیٹیوں پر دست شفقت رکھنا خصوصاً فاطمہ رضی اللہ عنہا جو سب سے چھوٹی بیٹی ہے یہ اب ماں کے بغیر رہ جائے گی۔اس پر دست راحت ورحمت کی درخواست کرتی ہوں۔یا رسول ﷺ میری ایک آخری خواہش ہے مجھے ہمت نہیں پڑتی کہ گوش گزار کروں البتہ اس ننھی فاطمہ سے کہہ دیتی ہوں البتہ وہ آپ کی خدمت میں پیش کردے گی۔

پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور وہ آپ کی پاس بیٹھ گئی اور آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بیٹی اپنے والد ماجد سے عرض کریں کہ میری والدہ کی تمنا ہے ’’آپ اپنی‘‘ چادر مبارک جو نزول وحی کے وقت زیب جسم منور ہوتی ہے۔میرے کفن کے لیے عطا فر دیں تاکہ رب العلمین کے رحمات وبرکات سے مزید مستفیض ہوتی رہوں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی والدہ کی خواہش ظاہر کی، یہ سنتے ہی حضور ﷺ اپنی چادر مبارک عطا فرمادی اور فرمایا بیٹی جایئے اور اپنی والدہ کو ابھی جا کر دکھا دیجئے تاکہ وہ خوش ہو جائے۔ابھی یہ گفتگو چل رہی تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خدا تعالی سلام فرماتا ہے اور ارشاد کرتا ہے کہ آپ اپنی چادر مبارک کو اپنے یہاں محفوظ رکھیے اس لیے ان کے کفن کا ذمہ ہم پر ہے اور ہم اسے اپنے کرم کی پوشاک عطا فرمائیں گے۔جنت سے نہایت اعلیٰ و عمدہ کفن بھیج دیتے ہیں القصہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا بعثت کے دسویں سال دس رمضان المبارک کو ٦٥ سال کی عمر مبارک میں راہ جنت ہوئیں تقریباً پچیس سال بارگاہ رسالت مآب کی اس دنیا میں شریک حیات رہنے کا شرف پایا۔مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان جنت الماویٰ میں آپ کا مزار اقدس ہے اور یہی سال حضور ﷺ کو بہت غم خواری کا سال گذرا اور اس سال کا نام تاریخ میں عام الحزن سے مشہور ہوا۔

OOOO

اپنی نگاہوں کی حفاظت کرو

حضرت سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو آدمی اپنی آنکھ بند کرنے پر قادر نہیں ہوتا وہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت بھی نہیں کرسکتا......حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اپنی نظر کی حفاظت کرو یہ دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے، فتنے کے لیے یہی کافی ہے۔حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ زنا کی ابتدا کیسے ہوتی ہے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا دیکھنے اور خواہش کرنے سے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شیطان کہتا ہے نظر میرا پرانا تیر اور کمان ہے جو خطا نہیں ہوتا۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں پہلے نظر بہکتی ہے پھر دل بہکتا ہے، پھر ستر بہکتا ہے۔

حالات حاضرہ

ورلڈ صوفی فورم، نئی دہلی کی طرف سے

متحدہ قومیت کی تائید وتوثیق۔ حقیقت کیا ہے؟

یٰسٓ اختر مصباحی☆

طائروں پر سحر ہے ، صیاد کے اقبال کا
اپنی منقاروں سے حلقہ ،کس رہے ہیں جال کا
آنکھ نے دیکھا ہے جو کچھ، لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں، یہ صوفی کیا سے کیا ہو جائیں گے

آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ کے تشکیل کردہ ’’ورلڈ صوفی فورم‘‘ نئی دہلی کے زیر اہتمام وانصرام، منعقد ہونے والے پروگرام ’’انٹرنیشنل صوفی سیمینار و کانفرنس‘‘ (افتتاح، ۱۷/مارچ ۲۰۱۶ء ’’وِگیان بھون‘‘۔ و ۱۸/۱۹ بمقام ’’انڈیا اسلامک کلچر سنٹر، نئی دہلی و کانفرنس، ۲۰ مارچ، بمقام ’’رام لیلا میدان‘‘) میں، صوفی فورم کا مطبوعہ ’’اعلامیہ‘‘ (بزبانِ اردو و ہندی و انگریزی) پڑھ کر سنایا گیا۔ جس میں تحریر ہے کہ:

’’آج ۲۰/مارچ ۲۰۱۶ء کو، رام لیلا میدان، دہلی میں ہونے والے، آزاد ہندوستان میں ہندوستانی مسلمانوں کے، اِس سب سے بڑے عالمی اِجتماع میں، جہاں، دنیا بھر کے تصوف کے نمائندے، موجود ہیں:

آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ، ورلڈ صوفی فورم کے بینر تلے، یہ اعلان کرتا ہے کہ: (۳) ہم، ہندوستان کی سالمیت کے تحفظ کے لیے:

’’متحدہ قومیت‘‘ کی تائید و توثیق کرتے ہوئے فرقہ پرستی کی ہر قوت کی مذمت کرتے ہیں۔‘‘ (ص ۴ و ص ۵، اعلامیہ)

(۹) ہم، دنیا کی تمام حکومتوں سے بالعموم اور حکومت ہند سے بالخصوص، مطالبہ کرتے ہیں کہ: وہ احیائے تصوف اور فروغِ تصوف کے لیے ہر ممکن تعاون دے۔‘‘ (ص ۶۔ اعلامیہ)

تصوف کے انداز ، بدلے گئے
نیا راگ ہے ، ساز، بدلے گئے

اِعلامیہ میں کُل ، پچیس (۲۵) تجاویز و مطالبات ہیں جن میں سے کسی ایک میں بھی صوفیہ نے اپنے آپ سے، کوئی مطالبہ کیا ہے، نہ ہی جماعتِ صوفیہ کے لیے کوئی تجویز پیش کی ہے۔ صرف ایک آخری تجویز (نمبر ۲۵) مسلمانوں سے متعلق ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور ان کے حقوق کی پاس داری کریں۔

باقی ساری تجاویز و مطالبات کا تعلق، اُس حکومت و اِقتدار سے ہے اور اُس حکومت وقت کے دروازے پر دستک، دی گئی ہے جو، صوفیہ و مشائخ کرام کے دروازوں پر دستک، دیا کرتی تھی اور باریابی سے محروم رہا کرتی تھی۔ مثلاً: بارگاہ سلطانُ المشائخ محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیا، بدایونی ثُمَّ دہلوی اور جو، حاصل شدہ موروثی حکومت سے بھی دست بردار ہوجایا کرتے تھے مثلاً: سلطان التارکین، حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی (کچھوچھہ شریف)

ببیں تفاوتِ رہ، از کجاست تا بہ کجا
اگر، نہ ہو تجھے اُلجھن، تو کھول کر کہہ دوں
وجودِ حضرتِ صوفی ، نہ روح ہے نہ بدن

اور ستم بالائے ستم، یہ کہ روحِ تصوف کو پامال کرتے ہوئے ’’احیائے تصوف و فروغِ تصوف‘‘ کے نام پر حکومتِ وقت کے سامنے، دستِ سوال، دراز کرکے ’’ورلڈ صوفی فورم‘‘ کی جانب سے ببانگِ دہل، یہ اعلان بھی کردیا گیا کہ

’’ہم، متحدہ قومیت کی تائید و توثیق کرتے ہیں۔‘‘

۲۱/مارچ کے اردو اخبارات میں بھی کانفرنس کی رپورٹ میں یہی جملہ شائع ہوا کہ ’’ہم، متحدہ قومیت کی تائید و توثیق کرتے ہیں۔‘‘

متحدہ قومیت کا، یہ نظریہ، فرقہ پرست و مسلم دشمن تنظیم آر ایس ایس کا مشہورِ زمانہ نسل پرستانہ نظریہ ہے جس کے مطابق، بھارت کی اصلی قوم، ہندو اور صرف ہندو ہے۔

آر ایس ایس (راشٹریہ سویم سیوک سنگھ) ایک نسل پرست اور انتہا

پسند تنظیم ہے جس کی بنیاد، ڈاکٹر کیشو بلی رام ہیڈ گوار نے ۱۹۲۵ء میں رکھی۔ اس کا مقصد، ایک مخصوص نظریۂ متحدہ قومیت کے تحت، ایسا ہندو راشٹر قائم کرنا ہے جو آر ایس ایس سربراہ، شری گولوالکر کے مطابق:

ہندو استھان میں موجود، سبھی غیر نسلوں کو ہندو تہذیب اور زبان، اختیار کرلینی چاہیے۔ یا۔ پھر وہ ملک میں ہندو قوم کے تابع رہیں۔ کسی چیز کا مطالبہ نہ کریں۔ ان کے ساتھ، کسی خاص برتاؤ کی تو بات ہی کیا، انھیں مراعات کا بھی حق نہیں ہونا چاہیے۔ ان کے لیے اس کے علاوہ، کوئی دوسرا راستہ، ہونا ہی نہیں چاہیے۔

آیئے! ہم، غیر ملکی قوموں سے اسی طرح نمٹیں، جس طرح، قدیم قومیں، غیر ملکی قوموں سے نمٹا کرتی تھیں۔ ہماری نسلی حمیت، ہمارے دَھرم کی دین ہے اور ہماری تہذیب وتمدن، ہمارے دَھرم کی پیداوار ہیں۔ نسلی پاکیزگی کی بقا کے لیے، یہودیوں کا صفایا کرکے، جرمنی نے دنیا کو چونکا دیا۔ یہ عمل، نسلی تفاخر کی علامت اور ایک مظہر ہے۔ جرمنی نے، یہ بھی ثابت کردیا کہ مختلف نسلوں اور ثقافتوں کا آپس میں ضم ہوجانا اور ایک قوم بن جانا ممکن ہے۔

(Nagpur 1939, Or our Nationhood Defined:We)

انتہا پسند ہندو لیڈر، ویر ساورکر نے جیل کے اندر ''ہندوتوا'' نامی کتاب لکھی جو، شری، گولوالکر کی پسندیدہ اور آئیڈیل کتاب ہے۔ شری گولوالکر لکھتے ہیں:

''ہماری سنسکرتی (تہذیب وتمدن) ویدک سنسکرتی ہے اور ''راشٹر'' اِن پانچ عناصر کا مجموعہ ہے: (۱) دَھرم (۲) نسل (۳) تہذیب (۴) زبان (۵) جغرافیائی حدود۔''

ساورکر اور گولوالکر کے اِن نظریات اور کوششوں کا ہدف ''ہندو راشٹر'' کا قیام ہے جس کی بنیاد، متحدہ قومیت یعنی ''ہندو قوم'' ہے۔ ہندوستانی قومیت، ہندو قومیت، متحدہ قومیت، یہ سب، ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں۔ جن کا مقصد ہے:

بھارت کے اندر، ایک نسل، ایک دَھرم، ایک تہذیب، ایک زبان پر مشتمل، ہندو راشٹر کا قیام۔ ''ہندتوا'' کے نظریہ سے جو متفق نہیں، وہ قومی زندگی اور متحدہ قومیت کا حصہ نہیں۔

مذکورہ پانچ عناصر کو اپنا لینے والی قوم ہی، ہندو راشٹر اور قومی زندگی کا حصہ بن سکتی ہے۔ ورنہ، اسے تابع ومحکوم بن کر، رہنا پڑے گا۔''

(شری گولوالکر کے خیالات ونظریات)

ڈاکٹر امبیڈکر نے کہا تھا کہ ''ہندوتوا'' کی سیاست، لوگوں کو تقسیم کرنا ہے اور اِس طرح، وہ ہندوستان کو تباہ وبرباد کررہی ہے۔''

آر ایس ایس ورکر، ناتھورام گوڈسے نے جب ۱۹۴۸ء میں گاندھی کا قتل کیا تو شری، ولبھ بھائی پٹیل، مرکزی وزیر داخلہ نے آر ایس ایس پر پابندی، عائد کردی جس سے آر ایس ایس نواز لیڈر گھبرا گئے۔

انتہا پسندی اور ہندو راشٹر کے قیام سے دل چسپی رکھنے والے شری، گولوالکر اور شری، شیاما پرشاد مکھر جی نے باہمی تبادلۂ خیال کے بعد، ایک سیاسی ہندو پارٹی بنانے کا فیصلہ کیا۔ جس کے بعد، دہلی میں ہم خیال لوگوں کے ایک اجتماع، منعقدہ ۲۱/اکتوبر ۱۹۵۱ء میں ''بھارتیہ جن سنگھ'' کا وجود ہوا۔ اِس جن سنگھ کا صدر، شری شیاما پرساد مکھر جی کو بنایا گیا۔ یہی بھارتیہ جن سنگھ، ۱۹۸۰ء میں بھارتیہ جنتا پارٹی بن گئی جو آج مرکزی حکومت پر قابض ہے۔ جن سنگھ سے بھاجپا (بھارتیہ جنتا پارٹی) تک، ہر ایک کا مقصد صرف، یہ رہا ہے کہ سیاسی طاقت وقوت، حاصل کرکے، لوگوں کو آر ایس ایس نظریات کا ہم نوا بنایا جائے اور ''ہندوتوا'' کی ''راشٹریتا'' (متحدہ قومیت) کے مطابق ''ہندو راشٹر'' کے قیام کی راہ، ہموار کی جاتی رہے۔

آر ایس ایس کے موجودہ سرابرہ، شری، موہن بھاگوت نے ۳/ مارچ (۲۰۱۶ء) کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ ''نئی نسل میں قوم پرستی کا جذبہ، پیدا کرنے کے لیے ''بھارت ماتا کی جے'' کا نعرہ لگانے کی تربیت، دی جانی چاہیے۔''

جب کہ قوم پرستی ونسل پرستی کے پرچارک، شری، ویر ساورکر، کو اِسی مارچ (۲۰۱۶ء) میں کانگریس نے غدار، قرار دیا ہے اور شرومنی اکالی دل (پنجاب) کے لیڈر، سمرن جیت سنگھ مان نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ''سکھ'' بھارت ماتا کی جے کا نعرہ نہیں لگا سکتے۔ کیوں کہ سکھ مذہب کے ماننے والے کسی طرح بھی خواتین کی پوجا نہیں کرتے۔ بلکہ، ماں کی طرح، ان کی عزت کرتے ہیں۔ ''سکھ'' وندے ماترم کا گانا بھی نہیں گا سکتے ہیں۔'' (بیانِ سمرن جیت سنگھ مان)

آر ایس ایس نظریہ کے مطابق بھارت کی نسل، قوم، تہذیب، زبان، سب کچھ، ایک ہے۔ اور وہ ہے: ہندی، ہندو، ہندوستان۔

باقی سب کے سب، اس کے اندر، اپنا وجود، ضم کرکے، یا تابع و محکوم بن کر، رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں۔ ورنہ، اپنی اپنی راہ لیں۔

اب ،اِس نظریۂ متحدہ قومیت کو سرکاری درباری لوگوں کی طرح ورلڈ صوفی فورم کی جانب سے تحریری قبول و تسلیم اور تائید و توثیق کا اعلان کیے جانے کے بعد، اس کے سوا، اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ

قُم بِاِذنِ اللہ کہہ سکتے تھے جو، رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مُجاوِر ، رہ گئے ، یا گورکن

صوفی سیمینار (۱۷مارچ کے افتتاحی اجلاس وِگیان بھون میں خطاب شری، نریندر مودی کے وقت، کئی نامعلوم سامعین و حاضرین سیمینار نے ''بھارت ماتا کی جے'' کا نعرہ لگایا پھر صوفی کانفرنس (۲۰ مارچ کو رام لیلا میدان میں ورلڈ صوفی فورم کا مطبوعہ اِعلامیہ (بزبانِ اردو، ہندی اور انگریزی) پڑھتے ہوئے متحدہ قومیت کی تائید و توثیق کردی گئی۔ اور، نہ کسی کا شعور جاگا، نہ کسی کی غیرت، بیدار ہوئی، نہ کسی کے ضمیر نے کچوکے لگائے، نہ کسی نے کچھ جنبش کی، نہ کسی کے لب ہلے، نہ ہی کسی نے زبان کھولی کہ وہ، یہ کہہ سکے کہ:

ع اتنا، نہ سر جھکاؤ کہ دستار، گر پڑے

ایک ٹی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے انٹرنیشنل صوفی کانفرنس کے مقررِ خصوصی، پروفیسر طاہر القادری، بانی منہاج القرآن، لاہور نے ''وَندے ماترم'' اور ''بھارت ماتا کی جے'' کو واضح الفاظ میں، صحیح اور درست ٹھہرایا۔ کچھ دنوں بعد، کیا ''سرسوتی وندنا'' کو بھی صحیح و درست ٹھہراتے ہوئے، ماتر بھومی، کالی ماتا، گئو ماتا اور گنگا مَیّا کی جے جے کار ہوگی اور ان کے بھی نعرے لگائے جائیں گے؟ مَعَاذَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین۔

بجھی عشق کی آگ، اندھیر ہے تصوف نہیں، راکھ کا ڈھیر ہے

صوفی سیمینار میں جب ''بھارت ماتا کی جے'' کے نعرے لگ رہے تھے تو کیا اسٹیج نشین علما و مشائخ میں سے کسی کو بھی اللّٰہ رَبُّ الْعِزَّۃ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ نے یہ توفیق نہیں بخشی کہ وہ، اُٹھ کر، اِس اعلانِ حق کا فریضہ انجام دے کہ ہم مسلمانوں کے لیے ''بھارت ماتا کی جے'' کا نعرہ، کسی طرح بھی قابلِ قبول نہیں۔ رہ گئی بات، حب الوطنی اور وطن دوستی کی، تو آیئے ہم سب مل کر بآوازِ بلند، یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ ہندوستان! زندہ باد۔ ہندوستان! پائندہ باد۔

اور جب، صوفی کانفرنس میں ''اِعلامیہ'' کے ذریعہ علانیہ، متحدہ قومیت کی تائید و توثیق کی جارہی تھی تو کیا سیکڑوں اسٹیج نشین علما و مشائخ میں سے کسی کے علم و فہم و فکر میں، یہ بات، نہ آئی کہ آر ایس ایس کا یہ ایسا بنیادی نظریہ، ہم پر مسلَّط کیا جارہا ہے جس میں خود، ہمارے وجود کی نفی ہے؟

اگر اسٹیج نشین علما و مشائخ میں سے کسی کو بھی اس کا احساس و ادراک نہیں ہوا تو، یہ حادثہ منصب علم و مشیخت و قیادت کی صریح توہین اور قوم و ملت کے وقار و عظمت بلکہ اس کے وجود کے ساتھ، سنگین مذاق ہی نہیں، بلکہ کھلا ہوا فریب بھی ہے۔

علمِ بے بصیرت اور عقلِ بے توفیق کے بعض حاملین، یا کچھ فریب خوردگانِ طلسم مودی اور آر ایس ایس کے بہت سے ایجنٹ کہہ رہے ہیں کہ مسلمان، اپنے وطن کو ''مادرِ وطن'' بلا تکلف کہتے اور لکھتے ہیں۔ اپنے تعلیمی ادارہ کو فخر سے ''مادرِ علمی'' کہتے اور لکھتے ہیں پھر انھیں ''بھارت ماتا کی جے'' کہنے میں تکلف و تذبذب، اِجتناب و احتراز اور انکار و عار کیوں ہے اور اس پر شور و ہنگامہ اور واویلا، کیوں مچایا جارہا ہے؟

ہاں! مسلمان، مادرِ علمی اور مادرِ وطن کہتے اور لکھتے ہیں۔ **مَحَلُّ الْوِلَادَۃ** اور **مَسْقَطُ الرَّأس** بھی کہتے اور لکھتے رہتے ہیں جس میں: صرف، جذبۂ محبت کی کارفرمائیاں، جلوہ آرائیاں اور ہنگامہ خیزیاں ہوتی ہیں۔ کہیں سے کوئی شائبۂ شرک، نہیں ہوتا۔

کسی غیر اللہ، کسی مخلوق کی پرستش اور پوجا کا، دور دور تک کوئی تصور نہیں ہوتا۔ کہیں سے اور کسی طرح بھی، مسلمانوں کا عقیدۂ توحید، مجروح نہیں ہوتا۔ ان کے عقیدۂ وحدانیت پر، کہیں سے کوئی آنچ، نہیں آتی۔ لیکن کروڑوں معبودانِ باطل کے سامنے، صبح و شام، اپنا سر خم نے اور سجدۂ عبودیت، ادا کرنے والے اور ''بھومی پوجن'' (زمین کی پوجا) کرنے والے، جب کہتے ہیں کہ:

وَندے ماترم (ماں کی پوجا) سرسوتی وندنا (ہندو عقیدہ کے مطابق، تعلیم کی دیوی، سرسوتی کی پوجا) کالی ماتا (ماں، کالی دیوی) گنگا مَیّا (ماں، گنگا) ماتر بھومی (ماں، زمین) بھارت ماتا (ماں، بھارت) تو وہ، ان کی پوجا اور پرستش کے جذبات سے سرشار ہوتے ہیں۔ ان کی رگ رگ میں پرستش اور پوجا کی لہر، دوڑتی رہتی ہے اور وہ، اِس پوجا کے نشے میں مخمور، ہوتے ہیں۔ کروڑوں غیر ہندو بھی ہندؤں کے اِس عقیدہ اور

حقیقت حال سے اچھی طرح، واقف ہیں۔

ایسے کسی تصور ونظریہ وعقیدہ کو، کہیں کا کوئی جاہل ترین مسلمان بھی ایک لمحہ اور ایک آن کے لیے بھی کیسے گوارا کرسکتا ہے اور کسی قیمت پر، وہ، اسے کیسے برداشت کرسکتا ہے؟

آر ایس ایس کے ایجنٹ، یا طلسمِ مودی کے گرفتار، یا کچھ فریب خوردگانِ علم وعقل، اپنے ڈوبتے وجود کو سہارا دینے کے لیے، یہ بھی کہنے لگے ہیں کہ مادرِ وطن، زندہ باد کے جذبۂ محبت ہی کے ساتھ، بھارت ماتا کی جے، کہنے میں کیا حرج ہے؟ مشرکین کے عقیدۂ شرک کی مکمل نفی کرتے ہوئے اور اپنے عقیدۂ توحید کا تحفظ کرتے ہوئے کوئی مسلمان ، بھارت ماتا کی جے ، کہے تو اس میں کون سی شرعی قباحت ہے؟

میں کہتا ہوں اور پوری ذِمّہ داری کے ساتھ، کہتا ہوں کہ علم وعقل سے پَرے ہے، یہ بات اور اصل بات، کسی لفظ کی نہیں بلکہ اس کے اندر لپٹے ہوئے مشرکانہ عقیدے کی ہے۔ لفظ کا معنی ومفہوم ومراد، جو کروڑوں مشرکین کے درمیان، کشمیر سے کنیا کماری تک، رائج ومشہور ہے، اصل مسئلہ، اُس کا ہے۔ اُس کے استعمال عام کا ہے۔ اُس کے عرف عام کا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ ہری دُوار (اتر پردیش) بنارس (یوپی) اور لیہہ (جموں وکشمیر) میں ''بھارت ماتا مندر'' کے نام سے مندر، موجود ہیں جن میں بھارت ماتا کی پوجا ہوتی ہے اور اگر، کوئی مسحورِ طلسمِ مودی، اِستعمالِ عام اور عُرفِ عام کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے منہ زوری کرنے لگے کہ لفظ حرام کا معنی ہے قابلِ حفاظت، محترم جیسے اَلْمَسْجِدُ الْحَرَام جو قرآنِ حکیم میں بھی وارِد ہے۔ اسی محترم معنیٰ ومفہوم کا لحاظ کرتے ہوئے کسی بھی مقدس چیز اور مقام کی صفت، ''حرام'' ہوسکتی ہے۔

میں، کہوں گا کہ آپ کی یہ بات، ایک حد تک، بالکل صحیح اور درست ہے لیکن وہ چیز اور مقام تو، مقدس ہو؟

اِطلاعاً، عرض ہے کہ ایک اور لفظ بھی عرب وعجم میں ہر جگہ، رائج و مشہور ہے جو لفظِ حرام میں، یاے نسبتی کے اضافہ کے ساتھ، حرامی، بن جاتا ہے۔ اس لفظ حرامی کے استعمال عام وعرف عام کو نظر انداز کرتے ہوئے علم لغت کا سہارا لے کر وہی عدیم العلم اور یتیم العقل شخص، کہنے لگے کہ لفظ حرامی کا عرفی نہیں، بلکہ لغوی معنیٰ، مراد لے کر (بلکہ کھینچ تان کر) کسی بھی محترم شخص کو حرامی کہا جاسکتا ہے۔ اس میں حرج کیا ہے؟ اور کون سی قباحت، اس کے اندر، شامل ہوجاتی ہے؟

جب کہ قائل ومتکلم، صاف وصریح الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ ''میں نے اس کا عرفی نہیں بلکہ لُغوی معنی، مراد لیا ہے۔ میرے ذہن کے کسی بھی گوشے میں عرفی معنیٰ کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے۔''

ایسے مخبوط الحواس شخص سے کوئی سر پھرا، عام آدمی بھی بلا کسی جھجک کے، یہ کہہ سکتا ہے اور اسے کوئی روک بھی نہیں سکتا کہ پھر، اجازت دیجیے کہ آپ کے اِس خیال کو عملی شکل دینے کے لیے، برسرِ عام، آپ کو، حرامی ہی نہیں بلکہ حرام الدّھر بھی کہا جائے۔ (جس کی مراد ومفہوم، یہی ہو کہ آپ، محترم بلکہ اپنے زمانے کے محترم ومعظّم شخص ہیں) تو کیا، وہ شخص، کبھی اس کی اجازت، دے سکتا ہے؟

مسلمان، اپنے وطن سے، اپنے ملک سے محبت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ اپنے وطن اور اپنے ملک سے اظہارِ محبت کے لیے ''ہندوستان! زندہ باد، پائندہ باد'' کا نعرہ لگاتے ہیں اور لگاتے رہیں گے۔ لیکن کسی بھی مشرکانہ قول وعمل کے لیے، نہ کبھی تیار ہوئے ہیں اور نہ کبھی تیار ہوسکتے ہیں۔

آر ایس ایس کا، یہ خیال اور یہ اِصرار کہ جس لفظ کا ہم، انتخاب و استعمال کریں، اُسی لفظ سے محبتِ وطن کا اظہار ہوگا اور وہی لفظ، وفاداریِ وطن کی سند، بن سکتا ہے۔ کسی دوسرے لفظ سے محبت ووفاداریِ وطن کا اظہار نہیں ہوسکتا۔ ایسا کوئی خیال و اِصرار، ہندوستان کے ہر غیر ہندو شہری کے لیے قطعاً، نا قابلِ قبول بلکہ، نا قابلِ توجہ ہے۔ خود کروڑوں جمہوریت پسند اور سیکولر ہندو بھی اِس خیال و اِصرار سے سخت بے زار اور متنفر ہیں۔ یہ آر ایس ایس، کیا، اور کون ہوتی ہے جو کسی کی محبت ووفاداریِ وطن کا امتحان لے؟ اور، کون، اس سے محبت ووفاداریِ وطن کی سند، مانگ رہا ہے؟ اور، کیا کوئی نعرہ لگانا ہی محبت ووفاداریِ وطن کی دلیل ہے؟

ذہن نشین رہے کہ حُبُّ الْوطنی کی دُہائی دینے والی آر ایس ایس نے تحریکِ آزادیِ وطن میں کسی طرح کا کوئی حصہ نہیں لیا اور اس کے ایک نظریہ ساز لیڈر، ویر ساورکر ۱۹۲۳ء میں انگریزوں کی خدمت میں معافی نامہ، پیش کرکے، جیل سے باہر نکلے تھے جنھیں کانگریس پارٹی نے اِسی ماہِ مارچ (۲۰۱۶ء) میں غدار، قرار دیا ہے۔

کوئی مخصوص نعرہ لگانے کا خیال و اِصرار اور مسلمانوں پر اسے

تھوپنے کی کوشش، نہ صرف یہ کہ غیر آئینی وغیر دستوری اور غیر جمہوری ہے بلکہ آر ایس ایس و بھاجپا نواز حلقوں کی سراسر، جارِحیت و دہشت گردی ہے جسے صرف مسلمان نہیں بلکہ ہندوستان کے دیگر کروڑوں باشندے بھی برداشت نہیں کرسکتے۔

واضح رہے کہ پارلیمنٹ وسپریم کورٹ نے بھی اپنے کسی شہری کے لیے کسی مخصوص لفظ اور نعرہ کا پابند نہیں بنایا ہے بلکہ ہر ایک کو، اس کی صواب دید اور اس کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

آخر میں، ببانگِ دہل، ہم اپنے اِس موقف کا اظہار و اعلان کررہے ہیں کہ اپنے عقیدہ ونظریہ کے خلاف، کوئی باشعور و باغیرت مسلمان، کبھی کوئی نعرہ نہیں لگاسکتا۔

ہندوستان۔زندہ باد۔۔۔۔۔۔ہندوستان۔پائندہ باد

☆بانی وصدر دارُالقلم، قادری مسجد روڈ، ذاکر نگر، نئی دہلی۔۲۵
9350902937

OOOO

دوروزہ عرسِ واحدی

مورخہ ۵/اور ۶/جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۵/۱۶/مارچ ۲۰۱۶ء بروز منگل، بدھ کو قطب فلک ولایت، مرکز دائرۂ ہدایت، مجدد مأۃ ماضیہ، صاحب تصانیف کثیرہ وکرامات باہرہ، میر میراں حضرت سیدنا شیخ سید میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی کا دوروزہ عرس مقدس (عرس واحدی وزاہدی) اپنی سابقہ روایات کے ساتھ خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ واحدیہ بلگرام شریف ضلع ہردوئی میں نبیرۂ میر عبدالواحد بلگرامی میر سید شاہ حسین میاں واحدی بلگرامی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ قادریہ واحدیہ وسربراہِ اعلیٰ جامعہ میر عبدالواحد بلگرام شریف کی سرپرستی میں منعقد ہوا۔

پہلا دن: بعد نماز عصر فاتحہ خوانی، نعت ومنقبت اور درود وسلام کے بعد چادر وگل پاشی کی رسم ادا کی گئی۔ نماز عشا کے بعد واحدی کانفرنس ہوئی جس میں ہندوستان کی مختلف خانقاہوں کے سجادگان کے علاوہ کثیر تعداد میں علما ومفتیان کرام، خطبا وشعرا اور طلبہ وعوام نے شرکت کی۔ خطبا وشعرا سے متعلق پروگرام کے جملہ امور مہمانِ خصوصی مفتی محمد راحت خان قادری بانی وناظم دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے سپرد کیے گیے جنہوں نے حضور صاحب سجادہ کے حکم کے مطابق پروگرام کے اصول وضوابط بیان کیے اور عمدہ واحسن طریقہ سے نظم نسق کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیا۔ حضور صاحبِ سجادہ نے تمام مقررین کے لیے موضوع کا انتخاب فرمایا تاکہ عوام عرس سے کوئی پیغام لے کر جائیں اور مقررین سے انہیں موضوعات پر تقریر کرنے کی درخواست کی گئی۔ رات کے آخری حصہ عارف باللہ حضرت میر سید محمد عارف میاں قدس سرہ کا قل ہوا اور صلاۃ سلام پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

دوسرا دن: بعد نمازِ فجر قرآن خوانی وذکر شریف بعد واحدی کانفرنس شروع ہوئی۔ ان تقریبات میں خانقاہِ واحدیہ کے شہزادگان خصوصاً سید ظہر مجتبیٰ، سید راشد میاں، سید اسلم، سید افضل واحدی سید فیصل وغیرہ علامہ مفتی سید کفیل احمد ہاشمی صدر دارالافتا منظر اسلام بریلی شریف، علامہ قاری عبدالرحمن قادری ایڈیٹر ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، مفتی جمیل خاں صاحب منظر اسلام بریلی شریف، خلیفہ حضور مفتی اعظم مولانا معید رضا فریدی لکھیم پور، مولانا سمیع اللہ راجستھان، مولانا رضوان احمد شریفی گھوسی، مولانا صوفی ساجد صاحب اجمیر شریف اور علامہ مشکور صاحب جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف وغیرہ موجود رہے۔

۱:۴۵ بجے حضرت سیدنا شیخ سید میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی کے قل شریف کی رسم ادا کی گئی۔ اس تقریب میں حضور صاحب سجادہ نے اپنے مریدین ومعتقدین کو مسلک اعلیٰ حضرت مسلک اہل سنت پر قائم رہنے اور اختلافی مسائل میں حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کے موقف پر عمل کرنے کا سختی سے حکم دیا اور یہ خوش خبری بھی دی کہ ان شاء اللہ آئندہ ۱۰/شوال المکرم کو ''جامعہ میر عبدالوحد'' میں افتتاحِ تعلیم ایک تعلیمی کانفرنس کے ذریعہ ہوگا۔ صاحب سجادہ کی دعا اور صلاۃ وسلام پر اختتام ہوا۔

رپورٹ: سید محمد افضل واحدی بلگرام شریف

سیر اسلاف

حضرت سیدنا داتا علی ہجویری گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

علامہ پیر محمد تبسم بشیر اویسی، پنجاب پاکستان

اولیاء اللہ کی جماعت کا ذکر خیر خالق کائنات نے اپنی لا ریب کتاب میں فرمایا۔ ارشاد ربانی عزوجل ہے کہ **اولئک الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھدآء و الصالحین**۔ اس آیت کریمہ میں لفظ صالحین سے مراد اولیاء اللہ ہیں۔ ان محبانِ خدا میں سے حضور شہنشاہ اولیاء، زبدۃ العارفین، شمس الکاملین حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا نام مبارک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی ان اولیائے کرام اور صوفیائے کرام میں سے ایک ہے۔ جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کے ظلمت کدوں کو نورِ اسلام سے منور کیا اور اپنے قول و فعل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ یہ بزرگان دین کی بے لوث مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ تھا کہ برصغیر میں اتنی بڑی تعداد میں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان بزرگان دین میں سے حضرت سیدنا علی بن عثمان الہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ایک ذات ہے جن کو ہدیہ تبرک پیش کرنے کیلیے کتب تواریخ کی روشنی میں چند گذارشات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں کیونکہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ **ذکر الصالحین کفارۃ السیاٰت**۔ یعنی نیک لوگوں کے ذکر خیر سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ایک دوسری جگہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ **عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ**۔ یعنی اولیاء کاملین کا ذکر خیر کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

معزز قارئین: حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی ذات تو وہ ہے کہ نماز پڑھاتے ہیں اور حالت نماز میں لوگوں کے اعتراض کے جواب پر قبلہ کی درستگی کا سلسلہ کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم المرتبت بزرگ بھی سیدنا حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیض سے مالا مال ہو کر نوے لاکھ افراد جو کہ کفر و شرک کی ضلالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اُن تمام کو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام بنا دیا۔

نام و نسب اور سلسلہ نسب: آپ کا اسم گرامی علی، کنیت ابو الحسن، لقب داتا گنج بخش، والد ماجد کا اسم گرامی عثمان بن علی، وطنی نسبت الجلابی الغزنوی ثم الہجویری ہے۔ جلاب اور ہجویر افغانستان کے غزنی شہر کے مضافات میں دو بستیاں ہیں۔ (سفینۃ الاولیاء 146، کشف المحجوب مقدمہ 1، خزینۃ الاصفیاء 233)

سلسلہ نسب: آپ حسنی سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب آٹھ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ (از علامہ غلام سرور لاہور، (خزینۃ الاصفیاء 233)

ولادت داتا گنج بخش: حضرت سیدنا علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مبارک کے بارے میں تذکرہ نگاروں کی روایات درج ذیل ہیں۔ 1۔ آپ کی ولادت پانچویں صدی ہجری کے شروع میں ہوئی۔ 2۔ آپ کی ولادت 400ھ بمطابق 1010ء میں ہوئی۔ 3۔ آپ 400 ہجری میں پیدا ہوئے۔ (مقالات دینی و علمی، 223/1، بزم صوفیا 101/1، صباح الدین عبدالرحمن)

جائے ولادت و وطن: آپ کے والد ماجد جلاب کے اور والدہ ماجدہ ہجویر کی رہنے والی تھیں والد صاحب کی وفات کے بعد آپ مستقل طور پر ننھیال منتقل ہو گئے اس لیے اپنے آپ کو جلابی ثم الہجویری لکھتے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کی قبر غزنی میں آپ کے ماموں تاج الاولیاء کے مزار شریف کے ساتھ ہے۔ (از حضرت دارشکوہ رحمۃ اللہ علیہ، (سفینۃ الاولیا صفحہ 209 تا 210)

سلسلہ طریقت: آپ کے مرشد حضرت ابو الفضل محمد بن حسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا سلسلہ طریقت نو واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ نے شیخ ابو الفضل محمد بن حسن ختلی کے علاوہ جن دیگر مشائخ سے فیض حاصل کیا اُن کے نام یہ ہیں۔ شیخ ابو القاسم گرگانی، شیخ ابو سعید ابی الخیر، شیخ ابو القاسم قشیری، شیخ ابو العباس

اشقانی۔(خزینۃ الاصفیاء 232/1 از علامہ غلام سرور لاہوری)

لقب: درست قرینہ یہ ہے کہ آپ برصغیر میں آمد کے ساتھ ہی اس لقب ''گنج بخش'' سے مشہور ہو گئے تھے اور یہ شہرت تو اتر سے صدیوں کا فاصلہ طے کرتی ہوئی آج تک پہنچی ہے چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا مشہور شعر جو زبان زد خلائق رہا ہے وہ یہ ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا
نا قصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

(مقالات دینی وعلمی)

تعلیم و تربیت اور سیاحت: آپ نے درج ذیل اساتذہ اور شیوخ سے تعلیم و تربیت پائی۔شیخ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری،حضرت ابوالفضل محمد بن حسن الختلی۔شیخ ابوجعفر محمد بن المصباح الصیدلانی۔

آپ نے زندگی کا زیادہ تر حصہ علمی و روحانی غرض سے سیاحت میں گذارا۔اکابر اولیاء کرام کی زیارت کی اور ان سے فیض اٹھایا مثلاً عراق،شام،بغداد،پارس،طبرستان،خوزستان،کرمان،طوس اور حجاز کا سفر کیا۔صرف خراسان میں آپ نے تین سو مشائخ سے ملاقات کی۔حضرت شیخ ابوالحسن سالبہ شیخ ابواسحاق شہریار اور خواجہ احمد حمادی سرخسی اور شیخ احمد نجار سے بہت متاثر ہوئے۔(نزہۃ الخواطر، کشف المحجوب 40)

داتا گنج بخش کی لاهور آمد: اس بارے میں مشہور قدیم روایت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضرت داتا گنج بخش اور شیخ حسن زنجانی لاہوری رحمہ اللہ علیہا دونوں پیر بھائی ہیں۔شیخ حسن زنجانی رحمۃ اللہ علیہ پہلے سے لاہور میں مقیم تھے۔ایک دن حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد نے آپ کو حکم دیا کہ لاہور جاؤ چنانچہ حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ لاہور روانہ ہو گئے۔جس دن لاہور پہنچے رات ہو گئی تھی۔شہر کے دروازے بند ہو گئے تھے۔لہٰذا باہر رات گذاری صبح اٹھے تو دیکھا کہ لوگ ایک جنازہ اٹھائے شہر سے بار آرہے ہیں۔دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جنازہ حضرت شیخ حسن زنجانی کا ہے۔آپ کو اس وقت اپنے پیر کامل حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی حکمت سمجھ میں آئی۔(فوائد الفواد 57 از خواجہ سنجری)

تاجدار مرکز الاولیاء کی شادی: آپ کی دو شادیاں والدین نے کی تھیں پہلی بیوی کی وفات کے بعد گیارہ سال تک علائق زاوج سے بچے رہے پھر دوسری شادی کی مگر ایک سال بعد یہ بیوی بھی فوت ہو گئی۔(سوانح حیات علی ہجویری 24 تا 25 از محمد دین فوق)

حضرت داتا گنج بخش کی تعلیمات: حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ داتا گنج بخش علم وفضل میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔وہ صاحب صحو، صاحب مقام اور صاحب مسلک صوفی تھے اور تصوف کے مدونین فن میں ان کا نام امام قشیری اور عبدالرحمن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام محمد غزالی اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ علیہ سے پہلے آتا ہے۔لہٰذا ان کی تعلیمات کا سرچشمہ ان کی کتب کشف المحجوب اور کشف الاسرار جو کہ نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔حصول برکت کے لیے اور نزول رحمت کے لیے آپ کی تعلیمات میں سے چند فقرات اپنے معزز قارئین کرام کی تنویر بصیرت کے لیے درجہ ذیل ہیں چنانچہ یہ تعلیمات کشف المحجوب اور کشف الاسرار سے ماخوذ ہیں۔☆نفس کی مخالفت سب عبادتوں کا اصل اور سب مجاہدوں کا کمال ہے۔☆ عارف عالم بھی ہوتا ہے مگر ضروری نہیں کہ عالم بھی عارف ہو۔☆فقر کی معرفت کے لیے سیر دنیا سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔☆بندہ کے لیے سب چیزوں سے زیادہ مشکل خدا کی پہچان ہے۔☆دنیا کے ساتھ (ہاتھ، پاؤں، آنکھیں) جو بظاہر دوست نظر آتے ہیں در اصل تیرے دشمن ہیں۔(سوانح حیات علی ہجویریؒ)

تصانیف حضرت داتا گنج بخش: حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑی مصنف تھے اور شعر بھی کہتے تھے۔ان کی بعض تصانیف کے نام یہ ہیں مگر ان کا نام جس سدا بہار کتاب کی بناء پر زندہ ہے وہ کشف المحجوب ہے۔(مقدمہ کشف المحجوب ژوکونسکی از محمد لوی عباسی)

خلفائے حضرت داتا گنج بخش: آپ تصوف کے مدونین فن میں سے ہیں۔اصحاب سلاسل میں سے نہیں لہٰذا آپ نے سلسلہ جاری نہیں فرمایا۔کتابوں میں تحریر ہے کہ شیخ ہندی اور آپ کے

اصحاب ابوسعید ہجویری اور حماد سرخی رحمۃ اللہ علیہم آپ کے خلفاء تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے مزار مقدس سے فیض اٹھانے والے عظیم صوفی بزرگ مثلاً خواجہ معین الدین چشتی۔حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر اور حضرت شیخ فاروق احمد المعروف بہ حضرت مجدد الف ثانی بجا طور پر آپکے خلفاء ہیں۔(فضائل داتا علی ہجویری 17 از محمد نسیم عباسی)

تاجدار مرکز الاولیاء کا وصال باکمال: حضرت سیدنا علی بن عثمان جلابی ثم ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال شریف کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔چنانچہ سفینۃ الاولیاء میں حضرت دارشکوہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت داتا گنج بخش کا وصال باکمال 454ھ یا 464ھ ذکر کرتے ہیں۔علامہ غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ خزینۃ الاولیاء میں حضرت سیدنا علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخ وصال 464ھ یا 466ھ ہے۔اے،آر نکلس مترجم کشف المحجوب کے نزدیک حضرت داتا گنج بخش کا وصال باکمال 465ھ یا 469 کو ہوا۔

حضرت داتا گنج بخش کا مزار مبارک: آپ کی وفات لاہور میں ہوئی اور اسی جگہ دفن ہوئے اور آپ کا مزار شہر کے اندر قلع کے مغرب کی طرف واقع ہے۔آپ کا مزار شریف سب سے پہلے غزنوی حکمران سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود غزنوی نے بنوایا اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً اس کی تعمیر ومرمت جاری رہی۔اس وقت مزار مبارک اور مسجد میں بہت سی تبدیلیاں ہوچکی ہیں۔محکمہ اوقاف پنجاب نے مزار سے متصل ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی ہے۔مسجد میں پچاس ہزار سے زائد نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔آپ کا عرس مبارک 18, 19، 20 صفر المظفر شریف کو بمقام لاہور شریف میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔دنیائے کائنات کے طول وعرض سے مخلوق خدا اس ولی کامل کا آستانے پر حاضر ہوکر اپنی مرادیں باذن الٰہی پوری کرتے ہیں۔(فضائل داتا علی ہجویری,16 از محمد نسیم عباسی)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ ہم سب کو اپنے مقبول بندوں کے نقش قدم پر چلنے اور دنیا اور آخرت میں سرخروئی کی توفیق سعید مرحمت فرمائے۔آمین! **بجاہ سید المرسلین والنبین۔**

OOOO

باقی: فدائے ملت: گلستانِ نعیم کے گل سرسبد

۳،رجب المرجب ۱۴۲۱ھ مطابق 4 اکتوبر 2000ء کو اس مرد قلندر نے اپنے پیچھے انمٹ یادگاروں کا ایک طویل سلسلہ چھوڑ کر خالق حقیقی کی دعوت پر لبیک کہا اور سن عیسوی کے اعتبار سے کل 55 سال کی چھوٹی سی عمر میں ہی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ع

مر کے جیتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر

۵۵ سال کی مختصر سی عمر میں بچپن سے لے کر جوانی،اور جوانی سے تادم وصال کی مختصر سی زندگی میں فدائے ملت نے اتنے عظیم کارنامے سر انجام دیے جس کے لیے ایک طویل عمر درکار ہوتی ہے لیکن فدائے ملت پر ان کے جد امجد حضور سیدنا صدرالافاضل علیہ الرحمہ کا خصوصی فیضان تھا اس لیے عمر بھلے ہی کم رہی مگر کارنامے عمر سے کئی گنا زیادہ رہے،کسی مفکر نے صحیح کہا ہے کہ ''عمر لمبی نہیں بلکہ بڑی ہونی چاہیے۔''یعنی ایسی زندگی جیو کہ بھلے ہی عمر کے دن کم ہوں مگر ایک ایک دن اتنا بڑا اور عظیم ہو کہ دوسروں کو اس دن کے لیے مہینوں اور سالوں کا انتظار کرنا پڑے۔

وصال کی خبر عام ہوتے ہی ہر آنکھ اشک بار تھی اور ہر دل غم واندوہ سے نڈھال تھا۔مرادآباد سے لے کر بنگال کی کھاڑی تک جس نے حضرت کے وصال کے بارے میں سنا بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔اسلام پور دبراجپور کے مسلمانوں کی حالت تو ایسی تھی جیسے وہ یتیم ہوگئے ہوں ہر گھر سے رونے کی آوازیں آتی تھیں،خود خانوادے کے افراد غم سے نڈھال تھے۔سارے کے سارے شہزادگان ابھی عمر میں کافی چھوٹے تھے لیکن یہ وہ گھرانہ ہے جہاں سے دنیا نے صبر ورضا کا درس حاصل کیا ہے اس لیے اپنے غم کو سینے میں چھپا کر وابستگانِ سلسلہ کو سنبھالا اور آخری رسومات کی تیاریاں شروع کیں غسل وغیرہ کے بعد نماز جنازہ کی تیاری ہوئی حضور فدائے ملت کے بڑے شہزادے ناصر ملت حضرت علامہ سید عظیم الدین نعیمی نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیے اور بعدہ سب نے نم آنکھوں اور لرزتے ہاتھوں سے اس مرد خدا کو سپردِ خدا کردیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

OOOO

ماہِ رواں

عطائے رسول سرکار غریب نواز: افتخارِ ہندستان

عطاء الرحمٰن نوری، مالیگاؤں

اللہ پاک نے سلطان الہند،عطائے رسول حضرت خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری قدس سرہ (۵۳۴ / ۶۳۳ھ) کووہ عزت وعظمت اور رفعت وبلندی سے سرفراز کیا کہ اہل تاریخ وسیر کی تو بات دیگر ہے اربابِ سیاست وحکومت بھی غریب نواز کی حکومت وسلطنت کو اب بھی تسلیم کرتے ہیں۔حضور خواجہ غریب نواز ہندوستان کیا آئے بہار آ گئی، اسلام کی رونق وروشنی نے کفروضلالت،اورنفاق وجہالت سے لوگوں کے قلوب کومجلیٰ ومصفیٰ کیا۔آج دین کی جو باغ وبہار نظر آرہی ہے وہ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی ہی تبلیغی کاوشوں اور بے پناہ دینی مشقتوں کا ثمرہ ہے،کیوں نہ ہو کہ خود ہمارے آقا حضور رحمت عالم ﷺ نے اپنے دربار اقدس میں حاضری کے وقت یہ بشارت سنائی ''اے معین الدین !تو میرے دین کا معین ہے ،میں نے تجھے ہندوستان کی ولایت عطا کی،وہاں کفر وظلمت پھیلی ہوئی ہے تو اجمیر جا، تیرے وجود سے ظلمت وکفر دور ہوگی اوراسلام کی رونق بڑھ جائے گی''۔ (سیر الاقطاب،ص:۱۲۴)اسی طرح حج کے دوران کعبہ میں حضرت خواجہ یاد الٰہی میں مشغول تھےتو آپ نے ایک غیبی آواز سنی''اے معین الدین !ہم تجھ سے خوش ہیں،ہم نے تجھے بخش دیا جو کچھ چاہے مانگ عطا کروں۔(اہل سنت کی آواز،مارہرہ شریف،ص:۱۵۸)

یہ تمام بشارتیں اورخوش خبریاں حضور غریب نواز کی بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت کی واضح اور روشن دلیلیں ہیں،یہ حقیقت ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کا ہوجاتا ہے ساری کائنات اس کے تابع ہوجاتی ہے۔خود خالق کائنات اس بندہ کی مدد واعانت فرماتا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:اگر تم دین خدا کی مدد کروگے اللہ تمہاری مدد کرے گا۔(سورہ محمد،۴۷/۷،کنزالایمان)

حقیقت یہ ہے کہ اولیائے کرام اورصوفیائے عظام نے اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ واشاعت،اس کی عبادت وریاضت اورتقوی وطہارت کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنالیا تو خداوند قدوس نے انہیں وہ عزت وعظمت عطا فرمائی جو ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔آج ہر ایک دکھ درد کا مارا اولیائے کرام کے مزارات پر حاضر ہوکر سلام نیاز پیش کرتا ہے اوراپنے من کی مراد پاتا ہے۔اولیائے کرام ہی دین کے سچے پاسبان وعلم بردار ہیں،یہی گروہ فرمان باری تعالیٰ''وکونوا مع الصدقین'' کی سچی تفسیر ہے۔لہٰذا ان نفوس قدسیہ کی طرف ہمارا قلبی لگاؤ ہونا اس پرفتن دور میں نہایت ضروری ہے۔حضرت خواجہ غریب نواز نے ہندوستان میں آکر اسلام کو خوب پھیلایا،اسلامی شریعت سے لوگوں کو آشنا کیا،ظلمت کدہ ہند کو دین مصطفے کے نور سے روشن کیا،آپ نے اس تبلیغی مشن کو ۴۵/ سالوں تک جاری رکھا۔آپ کے دم قدم سے اسلامیات ودینیات کا خوب فروغ ہوا،جسے تاریخ میں کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔

غریب نواز ہندوستان کیا تشریف لائے،اسلام آیا،ایمان کی باد بہاری چلی،محبت واخوت، صداقت ودیانت،عدل و انصاف، مساوات ورواداری کا نظام برپا ہوا۔نہ تیر اُٹھا نہ تلوار اٹھی،نہ تو بت پرستی کی مذمت کی،نہ تو بتوں اور بت خانوں کو چھوا نہ چھیڑا۔یہ تو محض ان کی نگاہ کیمیا گر کی کشش تھی۔تشول برداروں کا جتھا کا جتھا آیا،جب نظر اٹھی،سب اس نظر پرتاثیر کا اسیر ہوکر رہ گئے۔وہ ہندوستان جہاں بت پرستی عام تھی وہاں توحید پرستی عام سے عام تر ہوگئی۔پھر ایک دن وہ آیا، غریب نواز ہندوستان کا طغرائے افتخار قرار پائے۔اب حکمراں کوئی بھی ہو،ان کی چوکھٹ پر جبیں سائی کرتا دکھائی دیا۔یہ نہ صرف ہندوستان تک محدود تھا،دنیا کے تاجوروں کا تانتا بندھ گیا جو اس تاجدار ہند کی دیوڑھی جان ودل کا نذرانہ لیے حاضر آیا۔ہندوستان میں مذہبی مقامات اور مذہبی تہواروں کی کمی تو نہیں،مگر مختلف قوموں کا اجتماع امرا، رؤسا، وزرا وحکمراں کی جو بھیڑ یہاں اکٹھی ہوتی ہے وہ کہیں اورنظر نہیں آتی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کی دعوت وتبلیغ پر نوے لاکھ سے زیادہ کفار ومشرکین نے اسلام قبول کیا۔یہ حضرت خواجہ کا ایسا کارنامہ ہے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔آج ہندوستان میں ایمان واسلام کی جو بہار اور نور نظر آرہا ہے یہ سب حضرت خواجہ غریب

نواز علیہ الرحمہ کی دعوت وتبلیغ ہی کا ثمرہ ہے۔آپ نے تقریباً ۴۵ رسال تک سرزمین ہند پر دعوت توحید اور تبلیغ دین فرمائی اور ظلمت کدۂ ہند میں اسلام کا اُجالا پھیلایا۔آپ مادرزادولی ہونے کے ساتھ بلند پایہ عالم، مصنف اور شاعر بھی تھے۔دلیل العارفین، زبدۃ العقائد اور دیوان آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔''فوائد السالکین'' آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرمایا تھا۔ذیل میں نائب النبی فی الہند سرکار غریب نواز علیہ الرحمہ کے کچھ ارشادات و تعلیمات نقل کیے جاتے ہیں جو بڑے بامعنی اور زندگیوں میں انقلاب برپا کرنے والے ہیں۔

خداشناسی کے متعلق فرامین:

(۱) خدا کی شناخت اس شخص کو ہوگی جو غفلت سے علاحدہ رہے اور خود کو عارف نہ سمجھے۔(۲) عارف کی نشانی یہ ہے کہ خدا کے سوا تمام چیزوں کی محبت دل سے نکال دے۔(۳) خدا جس کو دوست رکھتا ہے اس کے سر پر بلاؤں کی بارش کرتا ہے۔(۴) عارف وہی ہے جس میں تین رکن پائے جائیں، ہیبت، تعظیم اور حیا۔(۵) ہر دور میں دنیا میں خدا کے سیکڑوں ایسے مقبول و پیارے بندے ہوتے ہیں جنھیں کوئی نہیں جانتا اور وہ گمنامی کے گوشے میں انتقال فرماجاتے ہیں۔لہٰذا دنیا کو اولیائے کرام سے خالی مت سمجھو۔(۶) توکل یہ ہے کہ خلعت کا رنج ومصیبت اُٹھائے اور کسی سے شکایت اور اظہار نہ کرے۔

نماز کے متعلق فرامین:

(۷) ہر روز آسمان سے دو فرشتے اُترتے ہیں ان میں سے ایک پکارتا ہے کہ جس سے فرضِ الٰہی دانستہ ترک ہوا، وہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت سے باہر ہوگیا، پھر دوسرا کہتا ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ترک کیا وہ قیامت کے روز شفاعت سے محروم رہے گا۔(۸) خدائے عزوجل نے کسی عبادت کے بارے میں اتنی تاکید نہیں فرمائی جتنی نماز کے لیے۔(۹) نماز مومنین کی معراج ہے اس کی حفاظت کامل طور پر کرنی چاہیے۔(۱۰) نماز قرب الٰہی کا زینہ ہے۔(۱۱) نماز ایک عہدہ ہے اگر اس عہدہ سے سلامتی کے ساتھ بری الذمہ ہوگیا تو نجات ہے ورنہ خدا کے سامنے شرمندگی کی وجہ سے منہ سامنے نہ ہوگا۔(۱۲) اگر نماز کے ارکان ٹھیک طور پر ادا نہ ہوئے تو وہ پڑھنے والے کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

نیکی کی رغبت دلانے والے فرامین:

(۱۳) نیک کام کرنے سے بہتر نیکوں کی صحبت اور برے کام کرنے سے بدتر بروں کی صحبت ہے۔(۱۴) گناہ کرنے سے اتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا کہ اپنے کسی بھائی کو حقیر یا ذلیل سمجھنے سے۔(۱۵) مذہب اہل سلوک میں پانچ چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے۔خواہ وہ چیزیں الگ الگ کیوں نہ دیکھی جائیں۔ (1)والدین کو دیکھنا (2)قرآن مجید کو دیکھنا (3)علمائے ربانی کو دیکھنا (4) خانۂ کعبہ کو دیکھنا (5) اپنے پیر طریقت کو دیکھنا۔(۱۶) جو شخص چاہتا ہے کہ محشر کے المناک عذاب سے محفوظ و مامون رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مصیبت زدوں کی فریادرسی کرے، عاجزوں کی حاجت روائی کرے اور بھوکوں کو پیٹ بھر کھانا کھلائے۔(۱۷) جو شخص باوضو سوتا ہے اس کی روح زیر عرش سایہ کناں رہتی ہے۔(۱۸) الحمد شریف کثرت سے پڑھنا حاجت روائی کے لیے اکسیر علاج ہے۔(۱۹) ماں باپ کا منہ دیکھنا اولاد کے لیے عبادت ہے۔جو لڑکا والدین کی قدم بوسی کرتا ہے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں،فرمایا خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے کہ میں جس قدر مراتب پائے اپنے والدین سے پائے۔(۲۰) عالم کی زیارت اور درویشوں کی دوستی نزول برکت کا سبب ہوتی ہے۔

اصلاحِ نفس کے متعلق فرامین:

(۲۱) چار عمل نفس کے لیے زینت ہیں، بھوکے کو کھانا کھلانا،مظلوم کی امداد کرنا اور دشمن سے مہربانی اور سلوک سے پیش آنا۔(۲۲) چار صفتیں نفس کے جوہر ہیں: عسرت میں غنا کا اظہار کرنا، بھوک کے وقت سیری کا اظہار کرنا،غم کے وقت خوش رہنا اور دشمن کے ساتھ دوستی کرنا۔

اصلاحی فرامین:

(۲۳) محبت کے چار درجے ہیں: ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، ذکر الٰہی بدرجہ اتم کرنا اور اس کے ذکر میں خوش وخرم رہنا، وہ اذکار و اشغال اختیار کرنا جو دنیاوی محبت کے مانع ہوں اور ہمیشہ روتے رہنا۔(۲۴) صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔بری صحبت سے بُرا اثر اور نیک صحبت سے اچھا اثر ہوتا ہے۔(۲۵) شقی وہ ہے جو گناہ کرے اور امید رکھے کہ میں مقبول بندہ ہوں۔(۲۶) جھوٹی قسم کھانے والے کے گھر سے برکت جاتی رہتی ہے اور وہ برباد ہوجاتا ہے۔(۲۷) قبرستان عبرت کی جگہ ہے۔

اپریل فول ڈے منانا کیسا ہے؟

علامہ پیر محمد تبسم بشیر اویسی ایم اے
سجادہ نشین مرکز اویسیاں نارووال

سوال: عرض ہے کہ یکم اپریل کے دن عموماً لوگ ایک دوسرے کو پریشان کرنے کے لیے جھوٹی افواہیں اڑا دیتے ہیں کسی شخص کو حیران کرنے کے لیے ایسی بات پھیلا دیتے ہیں جو بالکل جھوٹ پر مبنی ہوتی ہے۔اس طرح سے دوسرے کو پریشانی وحیرانی میں مبتلاء کرکے خود خوش ہوتے ہیں۔اس دن عام لوگوں کے اس معمول کی وجہ سے یکم اپریل کو ''فول ڈے'' (بے وقوف بنانے کا دن) کہا جاتا ہے۔اس دن کیا ایسا کرنا کسی بھی صورت میں جائز ہے؟ نیز یہ بات فرنگی معاشرے کا ایک اہم جز وبھی ہے یا ان کی ایک رسم ہے جس کا تاریخی پس منظر ہے کہ انگریز اس دن طرح طرح کے چکر چلا کر مسلمانوں کو ذلیل ورسوا کرتے ہیں۔جس کی کسی بھی مذہب میں مثال نہیں ملتی۔براہِ کرم! قرآن وسنت کے مطابق جواب ارشاد فرمائیں۔۔۔

الجواب: جھوٹ بولنا، جھوٹی افواہ پھیلانا،کسی کو حیران و پریشان کرنے کے لیے جھوٹی خبر اڑانا،لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی باتیں سنانا یا جھوٹ بولنا،ہنسی مذاق میں جھوٹ بولنا یا جھوٹا وعدہ کرنا یہ سب باتیں شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔چونکہ سوال میں پیش کی ہوئی باتیں بھی جھوٹ کی انہی اقسام سے ہیں اس لیے یکم اپریل کے دن''فول ڈے'' منانا قطعاً حرام ہوگا۔اللہ تعالیٰ غیر مسلم کی اس طرح کی ناجائز رسموں پر چلنے سے ہمارے مسلمانوں کو بچائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

دور حاضر میں جھوٹ کی کثرت ہے: حضرت مولانا محمد افضل کوٹلوی (جامعہ قادریہ رضویہ۔آباد فیصل آباد) اپنے مضمون''جھوٹ'' میں رقمطراز ہیں۔''انسان کے اخلاق ذمیمہ میں سب سے بری اور مذموم عادت جھوٹ بولنا ہے۔لیکن افسوس ہے کہ جھوٹ جتنا مذموم عمل ہے اتنا ہی آج کل عام بھی ہے۔ہماری معاشرتی برائیوں میں جھوٹ ایک ایسی برائی ہے جو ہر جگہ نظر آتی ہے۔گھر ہو یا بازار،دفتر ہو یا دوکان،سیاست ہو یا صحافت کوئی گوشہ زندگی ایسا نظر نہیں آتا جہاں جھوٹ ڈیرے ڈالے نظر نہ آتا ہو۔گوئبلز نے کہا تھا کہ اتنا جھوٹ بولو کہ رفتہ رفتہ وہ سچ معلوم ہونے لگے۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ پوری دنیا گوئبلز کے اسی مقولہ پرعمل پیرا ہے۔آج زندگی کی کامیابی کا راز جھوٹ میں پوشیدہ سمجھا جاتا ہے اور یہ بات بھی عام سننے میں آتی ہے کہ اس دور میں دیانتدار اور سچے انسان کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔یہ سب باتیں محض اس لیے سننے میں آتی ہیں کہ ہم نے اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔اگر ہم نے اسلام کی تعلیمات کو اپنایا ہوتا تو آج ہمارے معاشرہ میں جھوٹوں کے لیے کوئی جگہ نہ ہوتی۔

اسلام کی لغت میں لعنت سخت ترین لفظ ہے۔اس کے معنے ہیں رحمت سے دوری اور محرومی۔قرآن پاک نے اس لفظ (لعنت) کا مستحق شیطان کو ٹھہرایا ہے۔اس کے بعد یہودیوں،کافروں اور منافقوں کو لعنت کی وعید سنائی ہے لیکن کسی مسلمان کے لیے لعنت کا لفظ سوائے جھوٹے کے استعمال نہیں کیا گیا۔اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنا کتنا بڑا گناہ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ کو منافقوں کی نشانی فرمایا ہے۔بلکہ قرآن پاک نے یہاں تک فرمایا ہے۔''جھوٹی باتیں وہی بناتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''ہر خصلت مسلمان میں ہوسکتی ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔(الحدیقۃ الندیہ جلد دوم صفحہ 202)

تو گویا جھوٹ اور خیانت ایمان کی ضد ہیں۔جہاں ایمان ہوگا وہاں جھوٹ اور خیانت کا ہونا ناممکن ہے۔لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج کل مسلمان کہلانے والے ہی جھوٹ اور خیانت کے عادی ہوگئے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنے والوں اور خیانت کرنے والوں کا دعویٰ اسلام محض زبانی ہے۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ میں اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا

ہے'' اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جنت میں لے جانے والا کام کیا ہے؟ فرمایا سچ بولنا۔ جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیکی کا کام کرتا ہے اور جو نیکی کا کام کرتا ہے وہ ایمان سے بھرپور ہوتا ہے اور جو ایمان سے بھرپور ہوتا ہے وہ جنت میں داخل ہوتا ہے۔ اس شخص نے پھر عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ دوزخ میں لے جانے والا عمل کیا ہے؟ فرمایا جھوٹ بولنا۔ جب بندہ جھوٹ بولے گا تو گناہ کے کام کرے گا اور جب گناہ کے کام کرے گا تو کفر کرے گا اور جو کفر کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔'' اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جھوٹ حد سے بڑھ جائے تو وہ کفر بن سکتا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا ہے۔ ایک اور شخص بیٹھا ہوا ہے۔ کھڑا شخص لوہے کا آنکڑا بیٹھے ہوئے شخص کے منہ میں ڈال کر اس کا ایک طرف کا کلہ چیرتا ہے یہاں تک کہ وہ پشت تک چر جاتا ہے پھر دوسرے کلّے کو بھی اسی طرح چیرتا ہے۔ آپ نے جبرائیل سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ جبرائیل نے عرض کیا۔ یہ کذاب (بڑا جھوٹا) ہے۔ یہ اتنا جھوٹ بولتا ہے کہ ساری دنیا میں مشہور ہوجاتا ہے اس کو قیامت تک ایسا ہی عذاب ملتا رہے گا۔

آج ہم ذرا ذرا سی بات پر جھوٹ بولنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ جھوٹ ہمارے معمولات زندگی میں اس طرح شامل ہو چکا ہے کہ جھوٹ بولتے ہوئے ہمیں احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔ مثلاً ایک ملازم اپنے محکمہ سے چھٹی لینا چاہتا ہے تو وہ چھٹی لینے کے لیے علالت کا عذر پیش کرتا ہے حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتا تو اس کا جھوٹا عذر پیش کرنا ہی جھوٹ ہے۔ عام طور پر والدین بچوں سے جھوٹے وعدے کرتے ہیں تو یہ بھی جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی صاحب کو باہر دروازہ پر کوئی صاحب آواز دیتے ہیں تو صاحب خانہ اپنے بچے کو بھیج کر کہلوا دیتا ہے کہ ابا جان گھر میں نہیں۔ ایسا کرنے سے ایک طرف تو اس شخص نے خود جھوٹ بولا اور دوسری طرف اپنے بچے کو جھوٹ بولنے کی ترغیب دی۔ بچوں کو یہ کہہ کر ڈرانا کہ بلی آ گئی۔ یہ بھی جھوٹ میں شامل ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی سے ملنے جائیں اور صاحب خانہ ان سے کچھ کھانے پینے کے لیے کہے تو وہ تصنع اور بناوٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ مجھے خواہش نہیں یا میں کھا کے آیا ہوں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ تو ان کا ایسا کرنا بھی جھوٹ میں شامل ہے۔ ایک دفعہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ یارسول اللہ ﷺ میری ایک پڑوسن ہے اگر میں اس کے سامنے یہ ظاہر کروں کہ مجھے شوہر نے یہ کچھ دیا ہے اور حقیقت میں ایسا نہ ہو۔ تو کیا یہ بھی گناہ ہے۔ فرمایا جتنا کسی کو نہیں دیا گیا اس سے بڑھا کر بتانے والا جھوٹ کے دو جامے پہننے والے کی طرح ہے۔ جھوٹ کے دو جاموں سے مراد یہ ہے کہ ایک جھوٹ یہ ہوا کہ جو چیز اس کو ملی نہیں اس کا ملنا بتا رہا ہے اور دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ دینے والے نے اس کو جو کچھ دیا نہیں وہ اس کا دینا بتا رہا ہے۔

عالم نہ ہو اور خود کو عالم باور کرائے۔ دولت مند نہ ہو اور خود کو دولت مند ظاہر کرے۔ کوئی چیز اس کے پاس نہیں وہ چیز اپنے پاس ظاہر کرے یہ سب جھوٹ ہے اور دوسروں کو دھوکا دینا ہے۔ بعض لوگ لطف اٹھانے کے لیے محفل میں خوش گپیوں کے دوران جھوٹے لطیفے گڑھ گڑھ کر سنانے کے عادی ہوتے ہیں حالانکہ اس سے کسی کا نقصان نہیں ہوتا لیکن اسلام نے اس کی بھی ممانعت کر دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔ اس پر افسوس۔ اس پر افسوس۔

اسی طرح محض سنی سنائی باتیں بلاتحقیق دوسروں کو بتاتے پھرنے کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ اس سے انسان کا سوسائٹی میں اعتبار نہیں رہتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کو یہ جھوٹ بس کافی ہے کہ جو سنے وہ کہتا پھرے۔ ہمیں اللہ جل شانہ اور اس کے پیارے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے اگر ہم ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں گے تو جھوٹ بولنا چھوڑ دیں گے اس سے ہمارے معاشرہ کی بہت سی برائیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ (کتاب ''جنت کی ضمانت، صفحہ 15)

اپریل فول ڈے منانے کی قباحت و شناعت: حضرت مولانا محمد افضل کوٹلوی کے مندرجہ بالا مضمون سے اپریل ''فول ڈے'' منانے کی قباحت و شناعت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ تاہم اس بارے میں مزید وضاحت کے لیے چند ارشادات نبویہ بھی پیش کیے جاتے ہیں۔

1} محدث ابو یعلی اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔"بندہ ایمان خالص تک نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ مذاق جھوٹ اور جھگڑے کو نہ چھوڑ دے اگر چہ جھگڑا کرنے میں وہ برحق ہو۔(الحدیقہ الندیہ جلد دوم صفحہ 202)

2} امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"بندہ پورا مومن نہیں ہوتا جب تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہ چھوڑ دے اور جھگڑا کرنا نہ چھوڑ دے اگر چہ سچا ہو۔"(بہار شریعت جلد شانزدھم صفحہ 135)

3} طبرانی معجم اوسط میں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ اپنی زبان کو قابو میں نہ کرے۔"(جامع صغیر جلد دوم صفحہ 204)

4} محدث ابن حبان اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:"جھوٹ (جھوٹے شخص کے) چہرہ کو (دنیا و آخرت میں) سیاہ کرتا ہے اور چغل خوری قبر کا عذاب ہے یعنی عذاب کا باعث ہے۔

5} امام ترمذی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتہ (یعنی کراماً کاتبین) ایک میل دور ہو جاتا ہے۔(ترمذی جلد دوم صفحہ 27)

امام عبد الغنی نابلسی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی جب بندہ اپنے کلام میں ایک چھوٹا سا جھوٹ بولتا ہے تو ایک میل تک اس کا کاتب اعمال فرشتہ بھاگ جاتا ہے۔ پھر فوراً واپس لوٹ آتا ہے۔(الحدیقہ الندیہ جلد دوم صفحہ 203)

6} ابو داؤد حضرت سفیان بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "بڑی خیانت کی یہ بات ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان رہا ہو اور تو اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔ (مشکوٰۃ، جلد دوم صفحہ 129)

یکم اپریل کے دن فول ڈے منانے والے مسلمان اس حدیث شریف پر غور کریں اور سوچیں کہ ان کا یہ عمل تعلیمات نبویہ کے کس قدر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے آمین!

7} امام احمد و ترمذی و ابو داؤد و دارمی نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو بات کرتا ہے اور لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے اس کے لیے ہلاکت ہے اس کے لیے ہلاکت ہے۔"(مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ 127)

8} امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"بندہ بات کرتا ہے اور وہ محض اس لیے بات کرتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے اس کی وجہ سے وہ (جہنم کی اتنی گہرائی میں) گرتا ہے جو آسمان و زمین کے درمیان کے فاصلہ سے زیادہ ہے اور زبان کی وجہ سے جتنی لغزش ہوتی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی قدم سے لغزش ہوتی ہے۔"(مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ 127)

9} امام احمد اور بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"بندہ اللہ کی رضا مندی کا کوئی کلمہ بولتا ہے حالانکہ وہ اس میں کوئی وقعت نہیں دیکھتا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور بندہ اللہ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ بولتا ہے حالانکہ وہ اس میں حرج نہیں سمجھتا تو اللہ اس کی وجہ سے اسے جہنم میں ڈال دیتا ہے۔(جامع صغیر حصہ اول صفحہ 82)

10} شیخین حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"صدق کو لازم کرلو سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔(بخاری و مسلم)

11} امام احمد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:: جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ ایمان کا مخالف ہے۔'' (بہار شریعت)

12} امام احمد حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بندہ کوئی بات کہتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ وہ لوگوں کو ہنسائے تو وہ اس کی وجہ سے جہنم میں آسمان سے زیادہ فاصلہ تک کی مسافت سے گرتا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد نہم صفحہ 149)

13} حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جھوٹ بولنا چھوڑ دے حالانکہ جھوٹ بولنا ناجائز کام ہے اس کے لیے جنت کی حوالی میں مکان بنایا جائے گا اور جو شخص جھگڑا چھوڑ دے حالانکہ وہ حق پر ہو تو اس کے لیے جنت کے وسط میں مکان بنایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم صفحہ نمبر 127)

دعوتِ غور و فکر: ہم نے یہ 13 احادیث باحوالہ نقل کی ہیں تاکہ یکم اپریل کے دن فول ڈے (Fool Day) منانے والے مسلمانوں کو ہدایت کا ذریعہ نصیب ہو۔ اب اس قسم کے مسلمانوں کو ان احادیث مبارکہ پر غور فکر کرنی چاہیے یکم اپریل کے دن لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے غلط بات پھیلانے سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اس بدعت سیئہ سے بچنے کی توفیق بخشے آمین!

نصاریٰ کی رسم پر چلنا گمراہی ہے: اپریل فول ڈے منانا انگریزوں کی ایک رسم ہے جیسا کہ سوال میں لکھا گیا ہے تو پھر اس میں دوہرا گناہ ہے۔ ایک تو جھوٹ بولنا، غلط افواہیں اڑانا جو کہ کبیرہ گناہ ہے اور دوسرا انصاریٰ کی بری رسم پر چلنا اور اسے مسلمانوں کے درمیان رواج دینا۔

آج مسلمانوں کی حالت قابل صد افسوس ہے۔ کیونکہ وہ جو کام بھی انگریزوں کو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اسے فوراً اپنا لیتے ہیں۔ صورت سیرت لباس اخلاق کردار میں آج کل کا فیشن ایبل مسلمان فرنگی تہذیب سے رنگا ہوا نظر آتا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے وقت میں اسی قسم کے مسلمانوں سے کہا تھا۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

آج اقبال کو دنیا سے پردہ کیے ہوئے ساٹھ سال گزر گئے ہیں اس لیے اس دور میں مسلمانوں کی حالت اقبال کے دور کے مسلمانوں کی حالت سے بہت ہی گئی گذری ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے اور وہ تعلیمات اسلامی پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کریں۔

بے وقوف بنانے کے لیے جھوٹ بولنا منافقین کا طریقہ تھا:

رسول اللہ ﷺ کے دور میں منافقین مدینہ کا وطیرہ تھا کہ وہ اہلِ ایمان کو جھوٹ اور جھوٹی قسموں سے بے وقوف بنانے کی کوششیں کیا کرتے تھے۔ پھر اپنی مجالس میں استہزاء کیا کرتے تھے۔ بطور تمثیل ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے کہ غزوہ مریسیع میں جہجاہ غفاری اور سنان جہنی آپس میں لڑ پڑے سنان عبداللہ بن ابی سلول منافق کا حلیف تھا۔ جہجاہ نے مہاجرین کو اپنی مدد کے لیے پکارا اور سنان نے انصار کو۔ ابن ابی سلول نے اس موقع پر حضور ﷺ اور مہاجرین مومنین کی شان میں بہت گستاخانہ بکواس کی اور اپنی قوم سے بولا کہ اگر تم لوگ ان مہاجرین کو اپنا جوٹھا کھانا نہ دو تو یہ لوگ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوں۔ اب تم انہیں کچھ نہ دو اور بولا کہ مدینہ پہنچنے پر ہم عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ حضرت زید بن ارقم اس کی اس بکواس سے بے تاب ہو گئے اور فرمایا کہ تو ہی ذلیل ہے۔ حضور ﷺ کے سر پر معراج کا تاج ہے۔ ابن ابی بولا کہ میں تو ہنسی دل لگی کر رہا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ خبر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچائی۔ حضور ﷺ نے ابن ابی کو بلا کر دریافت کیا تو وہ جھوٹی قسم کھا گیا اس کے ساتھی بولے کہ ابن ابی سچا ہے۔ زید رضی اللہ عنہ کو دھوکا ہو گیا ہوگا تو اس موقع پر یہ آیات اتریں۔: ''یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں اور اللہ کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں کہتے ہیں کہ ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

کالج فول ڈے: انگریزی تہذیب کے دلدادہ مسلمان یکم اپریل

کے دن اپریل فول ڈے مناتے ہیں ۔خصوصاً کالجوں میں پڑھنے والے لڑکے اور لڑکیاں اس دن طرح طرح سے جھوٹ بول کر اس دن کو تفریح و دل لگی کے طور پر مناتے ہیں ،حالانکہ کبھی کبھی ایسا جھوٹ دوسرے کے لیے حد درجہ نقصان دہ بھی ثابت ہوتا ہے مگر انگریزی طرز عمل کے دلدادہ افراد اس پر غور کہاں کرتے ہیں۔ایسے ہی ایک تجربہ کے بارے میں مس طاہرہ شاہین اپنی آپ بیتی اپنے مضمون ''کبھی خود پر کبھی حالات پر رونا آیا''میں لکھتی ہیں۔

''اب ہمیں رول نمبر کا انتظار تھا۔تقریباً ایک ہفتہ کے بعد ہمیں رول نمبر کی چٹ دی گئی ۔ بے تابی سے رول نمبر پڑھا تو وہ کم بخت بھی وہی نکلا اب جس گھنٹی میں ذرا سی دیر سے گئے غیر حاضری لگ جائے گی ۔ بہر کیف ہم نے فیصلہ کیا کہ کل سے باقاعدہ کلاسوں میں جائیں گے ۔ دوسرے دن جلدی جلدی کالج پہنچے منتخب مضامین کے مطابق کلاسوں میں جانا تھا اس لیے محتاط ہو گئے ۔مشکل تو یہ تھی کہ اپنی کلاس کی پہچان نہ تھی ۔ کچھ پتہ نہیں تھا کہ کس کمرے میں جانا ہے ۔ جب گھنٹی بجی تو اپنے تو کان کھڑے ہو گئے ۔ دروازے کی چک کے ساتھ جونک کی طرح چمٹ گئے ۔ نگاہیں چپٹ اسی کو ادھر ادھر ڈھونڈنے لگیں ۔دل میں دعا مانگ رہے تھے یا خدا چپڑاسی آجائے ورنہ کبھی پتہ نہ چلے گا کہ کونسی کلاس کہاں ہوگی ۔ہم اسی پریشانی کے عالم میں تھے کہ سیکنڈ ائیر کی ایک طالبہ آگئیں اور ہمدردانہ لہجے میں بولیں ۔ یہ فرسٹ ائیر کی انگریزی کی گھنٹی ہے اور تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟ ہم ابھی کچھ جواب نہ دینے پائے تھے کہ انہوں نے اپنی کتاب اور کاپی میز پر رکھ کر فرمایا۔انگریزی کی کلاس کمرہ نمبر دو میں ہوتی ہے چلو میں تمہیں وہاں تک پہنچا آؤں ۔ پروفیسر صاحب تو اب کمرے میں آگئے ہوں گے ۔ ہم ان کی شفقت سے بہت متاثر ہوئے اور ساتھ ہو لیے ۔کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ کر وہ تو کھڑی ہو گئیں اور ہمیں اندر جانے کا اشارہ کیا ۔ہم جلدی میں تھے نہ پروفیسر صاحب کو دیکھا اور نہ طلبہ کو ۔نگاہیں زمین پر گاڑے ہوئے ڈائس کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر جا کر بیٹھ گئے ۔ پروفیسر صاحب لیکچر دیتے دیتے ٹھہر گئے اور فرمایا آپ کونسی کلاس میں ہیں کچھ گھبرائے یہ بی ،اے سیکنڈ ائیر کی کلاس ہے ۔ اب ہمیں معاملے کی سنگینی کا علم ہوا اور فوراً اٹھ کر دروازے کی طرف لپکے ۔ چوکھٹ پار کرتے ہوئے طلبہ کی ہنسی کی آواز ہمارے کانوں میں زہر گھول رہی تھی ۔

ہماری محسنہ گرلز روم میں خیر مقدم کے لیے موجود تھیں۔اپنے دوپٹے کے آنچل سے ہمارے ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔جب ہم فرسٹ ائیر میں آئے تو ہمارے ساتھ بھی یہی حرکت کی گئی تھی۔ہم نے صرف اس واقعہ کی یاد تازہ کی ہے ۔'' (مجلہ ''سروش''بابت ستمبر 1962صفحہ نمبر 53)

یہ ہے اپریل فول ڈے ۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غیروں کی رسموں سے نجات دے اور جھوٹ جیسے مہلک مرض سے شفا دے ۔آمین!

OOOO

باقی: خانوادۂ صدرالافاضل کے لعل وگوہر

حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مرادآبادی جیسے نابغہ روزگار ہوں ،بھلا اس گھرانے کے افراد سے بہتر استاذ کی قدر وقیمت کون جان سکتا ہے؟یہی وجہ تھی کہ فدائے ملت اپنے اساتذہ کی بڑی قدر فرماتے تھے حالانکہ اساتذہ خود آپ کی نسبت نعیمی اور سیادت کی وجہ سے بڑی تکریم فرماتے تھے لیکن آپ بھی شرف علمی اور حق شاگردی ادا کرتے ہوئے ان کی تعظیم میں کوئی کمی نہ چھوڑتے ۔آج خانقاہوں کے ذمہ دار پیران طریقت پیرزادگان کو فدائے ملت کے اس پیارے طرز عمل سے سیکھ لینی چاہیے کہ وہ علم وعلما کی قدر منزلت ہرگز فراموش نہ کریں،آج دیکھنے میں آتا ہے کہ علم سے بے بہرہ پیرزادگان بھی علما کی تحقیر کرتے ہیں اور ان کی قرار واقعی تعظیم نہیں کرتے یہ طرزِعمل ہمارے اسلاف کے خلاف ہے۔فدائے ملت نے ہمیشہ علم وعلما کی قدر کی اور اپنی اولادوں کو بھی یہی تربیت دی ہے آج شہزادگان فدائے ملت بھی علما کی بہت قدر فرماتے ہیں یہ بے شک ان کی اعلیٰ اخلاقی قدروں کا روشن ثبوت ہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ آج حضرت فدائے ملت کی حیات و خدمات کے گوشوں پر مشتمل یہ شمارہ منظر عام پر آرہا ہے اللہ قبول عامہ سے نوازے۔

اَے حرم قرطبہ! ہم تجھ سے شرمندہ ہیں..!

مسلم تاریخی ورثہ جامع مسجد قرطبہ کے خلاف مبینہ سازش

تحریر:۔محمد احمد ترازی،کراچی mahmedtarazi@gmail.com

اُندلس (اسپین) میں اسلامی سلطنت کا دور صدیوں پر محیط ہے،جس وقت دنیا جہالت کے اندھیروں میں غرق تھی،یورپ کیچڑ اور گندگی کا ڈھیر اور علم وحکمت سے بے بہرہ تھا،اُس وقت اسلامی اُندلس میں فقہ وحدیث،طب وجراحت،ریاضی وکیمیا اور آج کی جدید سائنسی علوم وفنون کی بنیاد ڈالی جاچکی تھی،وہاں علم وحکمت اور صنعت وحرفت کے نئے باب کھل رہے تھے،اُندلس کے سینکڑوں کتب خانے لاکھوں علمی وتحقیقی کتابوں سے مزین تھے،اُس زمانے میں اندلسی مسلمان دنیا کی سب سے زیادہ تعلیم اور ترقی یافتہ قوم شمار ہوتے تھے اور یہ خطہ دنیا کا سب سے زیادہ زرخیز خطہ مانا جاتا تھا،جہاں سے دنیا جہاں کے تشنگانِ علم اپنی پیاس بجھاتے تھے،اسلامی اُندلیس علم وفن،تہذیب وتمدن،سیاست ومعاشرت اور اخلاق وشائستگی کا ایک ایسا گہوارہ تھا جس نے انسانی تاریخ پر اپنے اَنمٹ نقوش ثبت کیے،اُس دور میں اُندلس مختلف تہذیبوں اور قوموں کا سنگم تھا،جہاں باشندوں کو مذہبی،معاشرتی،ثقافتی اور فکری آزادی حاصل تھی۔

اُندلیس کی اسلامی حکومت نے آٹھ سو سال میں کئی عروج زوال دیکھے،مگر 1236ء میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب اندلیسی مسلمان ''شمشیر وسناں کو ترک کرکے طاؤس ورباب'' میں گم ہوگئے اور اُن کی باہمی نااتفاقی وچپقلش،مذہبی منافرت اور لسانی وقومی تعصب کا فائدہ اٹھا کر فرڈنیارڈ نے اُندلس میں اسلامی اقتدار کا خاتمہ کردیا،وہ اُندلس جسے مسلم سپہ سالار طارق بن زیاد کی قیادت میں اسلامی لشکر نے فتح کیا تھا،جہاں آٹھ سو سال مسلمانوں نے حکومت کرکے اُسے بے پناہ ترقی دی اور علم وحکمت،تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کا ایسا مرکز بنایا،جس کی کرنوں نے یورپ سمیت موجودہ دنیا کے تمام خطوں کو منور کیا،وہاں سے اسلامی تہذیب وتمدن کے آثار اور مسلمانوں کے وجود کو ایسے مٹادیا گیا جیسے وہ کبھی تھے ہی نہیں۔حسن ودلکشی،علم وادب،مروت وروا داری کے وصف سے آراستہ اُندلس پر جب اخلاق باختہ،اُجڈ،تہذیب ناآشنا،کم ظرف اور تنگ نظر متعصب صلیبیوں نے قبضہ کیا تو بے شمار مسلمانوں کا خون بہایا گیا،بچوں کا غلام بنایا گیا،مسلمان خواتین اور بچیوں کی حرمتیں،عزتیں اور عصمتیں پامال ہوئیں،لائبریریوں کو نیست ونابود اور لاکھوں کتابوں کو جلا کر خاکستر کیا گیا،مساجد اور خانقاہیں کلیساؤں میں تبدیل کردی گئیں،جبکہ لاکھوں مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کردیا گیا،جو بچ رہے انہیں جبراً عیسائیت اختیار کرنے،خنزیر کا گوشت کھانے اور گلے میں صلیب لٹکانے پر مجبور کردیا گیا،یہ طرزِ عمل مغربی تہذیب کے ظلم واستبداد،متعصب رویے،عدم برداشت پر مبنی انتہا پسندانہ طرزِ فکر اور اسلام دشمن فکر کا عکاس اور اُندلس کی مسلم تاریخ کا سب المناک اور خونچکاں پہلو ہے۔

قارئین محترم!اُندلس کی تاریخ کا مطالعہ جہاں ہمارے اسلاف کے قابل فخر ماضی کے عروج کا اظہار ہے،وہیں یہ ہمارے حال کی بدحالی کا نوحہ اور مستقبل میں بے مستقبل ہونے کا سامان عبرت بھی ہے،آج اُندلس میں اسلامی فن تعمیر کے چند ہی نادر شاہکار بچے ہیں،جنھیں دیکھ کر اغیار بھی یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ جو قوم آج بدحالی،بے یقینی اور جمود وخزاں کا شکار ہوکر بکھرے ہوئے ریوڑ کی مانند ہے،اُس کا ماضی کتنا روشن اور شاندار تھا،''قرطبہ کی جامعہ مسجد'' لے کر غرناطہ میں آخری اسلامی حصار''الحمراء'' کے محلات تک آج اسپین جانے والے اُنہیں دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ یہ کیسی قوم تھی'' جہاں سے بھی گزری اپنی تہذیب وتمدن کے اَنمٹ نقوش چھوڑ گئی۔'' تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ وہی جامع مسجد ہے جس کی تعمیر عبدالرحمان اوّل الداخل نے آٹھویں صدی کے اواخر میں

میں شروع کی، یہ مسجد وادی الکبیر میں دریا کے پل پر اُس جگہ تعمیر کی گئی جہاں سینٹ ونسنٹ کا گرجا موجود تھا، جس کا کچھ حصہ مسلمان پہلے ہی بطور مسجد استعمال کر رہے تھے، چنانچہ عبدالرحمان اوّل الداخل نے بہت بھاری قیمت ادا کر کے باقی گرجا بھی عیسائیوں سے خرید لیا اور 754ء میں مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا، یہ شاندار مسجد صرف دو سال کی قلیل مدت میں تیار ہوئی اور اس کی تعمیر پر 80 ہزار دینار خرچ ہوئے، یہ مسجد دنیا میں ''مسجد قرطبہ'' کے نام سے مشہور ہوئی، یوں عبدالرحمن اوّل الداخل نے اُندلس میں اسلامی فنِ تعمیر کے نادر شاہکار جامع مسجد قرطبہ کی بنیاد رکھی، جس کی چوڑائی ایک سو پچاس اور لمبائی دو سو بیس میٹر کے قریب تھی، اِس مسجد میں چودہ سو سے زائد ستون تھے، مسجد اتنی بڑی تھی کہ اگر کوئی دور سے دیکھتا تو اُس کی آخری حد نظر نہیں آتی تھی، مسجد کی صفائی ستھرائی کیلیے تین سو خادم مامور تھے، آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ اُس زمانے کے تعمیراتی ماہرین نے مٹی کے بنے پائپوں کے ذریعے مسجد تک پانی پہنچانے کیلیے باقاعدہ پائپ لائین بچھائی تھی، یہ پانی مسجد کے اطراف میں پہاڑی چشموں سے نکلتا تھا، مسجد کے صحن میں بہت ہی خوبصورت فوارے نصب تھے۔

جامع مسجد قرطبہ کی دیواریں اِس قدر بلند تھیں کہ دور سے شہر کی فصیل کا گماں ہوتا تھا، مسجد کی چھت تیس فٹ کی بلندی پر تعمیر کی گئی تھی، جس سے ہوا اور روشنی کا بہتر نکاس ممکن ہوا، چھت کو سہارا دینے کیلیے کئی ستون تعمیر کئے گئے، اِن ستونوں کی کثرت سے مسجد میں خود بخود راستے بن گئے، ہر ستون پر دوہری نعلی محرابیں نصب کی گئیں جو بعد میں اُندلس کے فنِ تعمیر کا حصہ قرار پائی، ہر دوسری محراب کو پہلی محراب کے اوپر ایسے نصب کیا گیا کہ وہ چھت سے جا ملی، چھت میں دو سو اسی ستارے نصب کئے گئے، وہ ستارے جو اندرونی دالان میں نصب تھے، خالص چاندی کے بنے ہوئے تھے، مسجد کے مرکزی ہال میں ایک بہت بڑا فانوس نصب کیا گیا، جس میں بیک وقت ایک ہزار چراغ روشن ہوتے تھے، مسجد میں روشنی کے لیے استعمال ہونے والے چراغوں کی درست تعداد تو نہیں ملتی مگر ایک روایت بتاتی ہے کہ اِن کی تعداد ساڑھے سات ہزار سے زائد تھی، مسجد میں روشنی کا انتظام اِس قدر بہتر تھا کہ رات کے وقت بھی دن کا گماں ہوتا تھا۔

مسجد قرطبہ میں نصب ستون زیادہ تر اشبیلیہ، اربونہ اور قرطاجنہ سے منگوائے گئے تھے لیکن تعداد کم ہونے کی وجہ سے امیر عبدالرحمان اوّل الداخل نے بعد میں اندلسی سنگِ مرمر ترشوا کر ایسے ستون تیار کروائے، جنھیں سونے اور جواہرات سے مزین کیا گیا، اِن ستونوں نے مسجد کی تزئین و آرائش میں مزید اضافہ کر دیا، یہ سارا کام نہایت نفاست اور ماہرانہ فنکاری کے ساتھ انجام دیا گیا، ابتداء میں مسجد میں نو دروازے نصب کئے گئے، بعد میں ان کی تعداد اکیس تک جا پہنچی، اِن میں سے تین دروازے شمال اور نو نو دروازے مشرق اور مغرب کی جانب تھے، مشرق اور مغرب کی جانب نصب دروازوں میں ایک، ایک دروازہ صرف خواتین کیلیے مخصوص تھا، مسجد کے تمام در و دیوار اور فرش کو خوبصورت پتھروں سے مزین کیا گیا تھا، جبکہ چھت نقش و نگار اور مختلف چوبی پٹیوں سے آراستہ تھی، خاص دالان کے دروازہ پر سونے کا کام کیا گیا، اسی طرح مسجد قرطبہ کی محراب جس سنگ مرمر سے تیار کی گئی وہ دودھ سے زیادہ سفید اور چمکیلا تھا، صناعوں نے اِسے ہفت پہلو کمرے کی شکل دے دی تھی، جس کے اندر کی جانب سنگ تراشی کے ذریعے خوبصورت گل کاری کا کام کیا گیا، اُس کے سامنے کی طرف قوس کی شکل میں جو آرچ بنائی گئی تھی اُسے دونوں طرف سے دو ستونوں نے سہارا دے رکھا ہے، اِس محراب پر خوبصورت اور رنگین نقش و نگار بنائے گئے، جس کے گرد کوفی رسم الخط میں قرآنی آیات لکھی گئیں، مسجد کا منبر خوشبودار قیمتی لکڑی کے 36 ہزار ٹکڑوں سے بنایا گیا تھا، جنھیں جوڑنے کیلیے سونے اور چاندی کے کیلیں استعمال ہوئیں، جبکہ مسجد کی دیواروں اور چھت پر خوبصورت خطاطی سے مزین قرآن مجید کی آیات مبارکہ کنندہ کی گئیں۔

اِس مسجد کی تعمیر آٹھویں صدی عیسوی میں شروع ہوئی اور آٹھ صدیوں تک ہر آنے والے مسلم حکمران نے مسجد کی تزئین و آرائش میں اپنا حصہ ڈالا تھا، غرضیکہ مسجد ایک خوبصورت شاہکار تھی، اس کی خوبصورتی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہاں عیسائیوں کی اکثریت کے باوجود کبھی کلیسا بنانے کی حمایت نہیں کی گئی، عیسائی خود

کہتے تھے کہ اگر یہاں کلیسا بنایا گیا تو مسجد کا حسن خراب ہو جائے گا، لیکن بعد میں آرچ بشپ نے اِس فیصلے کی مخالفت کرتے ہوئے مسجد کے وسط میں کلیسا کی تعمیر کا حکم دیا، تعمیر مکمل ہونے کے بعد اُس نے جب مسجد کو دیکھا تو تاسف کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ مسجد اتنی حسین ہے تو میں یہاں کبھی کلیسا کی تعمیر کی اجازت نہ دیتا۔'' اِس پرشکوہ مسجد کے نقوش آج بھی مسلم فن تعمیر کے اعلیٰ ذوق کی علامت اور اسپین میں مسلمانوں کی شاندار حکمرانی کا زندۂ جاوید حوالہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آٹھویں صدی عیسویں میں تعمیر ہونے والی قرطبہ کی جامع مسجد اسلامی فنِ تعمیر کا ایک نادر شاہکار رہے، یہ دنیا کی قدیم ترین مساجد میں سے ایک ہے، جسے اقوام متحدہ کے ادارے یونیسکو نے عالمی ثقافتی ورثہ قرار دیا ہے، اِس مسجد کو دیکھنے کیلیے دنیا بھر سے ہر سال 14 لاکھ سے زائد سیاح اسپین آتے ہیں۔

مگر سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ اب صدیوں سے یہ مسجد اپنے امام اور اُن مقتدیوں کی منتظر جو طاؤس رباب میں کھو گئے ہیں، مسجد کے بلند وبالا مینار صدیوں سے موذّن کی اذان کو ترس رہے ہیں، اُندلس میں مسلمانوں کے زوال کے بعد دوسری مساجد کی طرح مسجد قرطبہ بھی عیسائی راہبوں کے تسلط میں آ گئی، پندرھویں صدی میں مسجد کے وسط میں ایک کیتھولیک گرجا قائم کر دیا گیا جہاں عیسائیوں کو عبادت کی اجازت ہے لیکن مسلمانوں کیلیے مسجد میں اذان دینے اور نماز کی ادائیگی پر آج بھی پابندی عائد ہے، 1931 میں شاعر مشرق علامہ اقبالؒ وہ پہلے فرد تھے جنھوں نے آٹھ سو سال بعد قرطبہ کی جامع مسجد میں پابندی کے باوجود اذان دی، نماز ادا کی اور مسجد قرطبہ کے عنوان سے ایک خوبصورت نظم بھی کہی، مگر اُن کے بعد مسجد پر پھر اُسی خاموشی کا راج ہے، دسمبر 2006ء میں اسپین کے مسلمانوں نے پوپ بینڈکٹ سے اپیل کی تھی کہ انہیں جامع مسجد قرطبہ میں عبادت کی اجازت دی جائے، مگر اُن کی درخواست مسترد کر دی گئی۔

اِس وقت مسجد کی تاریخی عمارت ریاست کی ملکیت ہے لیکن اِس کا انتظام وانصرام مسجد کے وسط میں قائم گرجے کے ہاتھ میں ہے، المیہ یہ ہے کہ مسلم تاریخ کی اِس یادگار نشانی کو حکومت نے صرف 30 یورو (یعنی 4 ہزار 315 روپے) میں کلیسا ہاتھ فروخت کر دیا ہے، ملکی قانون کے تحت اب اِس مسجد کو گرجے کی ملکیت قرار دیا جا رہا ہے اور آئندہ دو برسوں میں یہ مسجد مکمل طور پر چرچ کی ملکیت بن جائے گی، جو اسپین میں اِس عظیم مسلم تاریخی ورثہ کے خلاف ایک مبینہ سازش ہے، مسجد کو مکمل طور پر گرجے میں تبدیل کرنے کے فیصلے نے دنیا بھر کے مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑا دی ہے، خود اسپین میں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد اِس متنازع فیصلے کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں، انٹرنیٹ پر ساڑھے تین لاکھ سے زائد افراد نے ایک آن لائین پٹیشن داخل کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ قرطبہ کی جامع مسجد اسپین کی تاریخ کی علامت ہے، لہٰذا اِسے سابقہ حیثیت میں برقرار رکھا جائے اور کیتھولک چرچ کی ملکیت نہ بنایا جائے، اُن کا موقف ہے کہ ملک کا کیتھولک چرچ اِس مسجد کی اسلامی حیثیت پر عیسائیت کو غالب کرنا چاہتا ہے، اِس وقت اسپین میں مسجد کے تاریخی تشخص کو بچانے کیلیے تحریک زور پکڑتی جا رہی ہے، جبکہ یورپ سمیت دنیا بھر کی مسلم تنظیموں نے بھی یونیسکو سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اسپین کی حکومت کے اِس اقدام کو رکوانے میں اپنا کردار ادا کرے، دوسری جانب دنیا کے نقشے پر موجود پچاس سے زائد اسلامی ممالک اور اُن کے سربراہان مملکت کا حال یہ ہے وہ مسلم تاریخ کے اِس عظیم ورثے کی پامالی پر خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں، آج اندلس میں مسلم تاریخ کا یہ عظیم ورثہ دنیا کے ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمانوں کے خوابیدہ ضمیر کو جھنجھوڑ رہا ہے، اُن کی قومی وملی غیرت اور دینی حمیت کو للکار رہا ہے اور سوال کر رہا ہے کہ کیا اُمت مسلمہ میں اتنا بھی دم خم نہیں کہ وہ اپنے تاریخی ورثے اور شعائر اسلامی کے تحفظ کو یقینی بنا سکے اور اِسے صلیبی دستبرد سے محفوظ رکھ سکیں۔

☆☆☆☆☆

(نوٹ:۔ اِس مضمون کی تیاری میں وکی پیڈیا اور دیگر ویب سائٹ پر موجود مواد اور کتاب ''مسلمانان اندلس کی تاریخ'' ترجمہ ظفر اقبال کلیار سے ستفادہ کیا گیا ہے۔)

شہزادۂ صدر الافاضل، صدر العلما حضرت مولانا سید ظفر الدین نعیمی: ایک تعارف

ایک عظیم باپ کے عظیم بیٹے کی داستانِ حیات کی چند جھلکیاں

غلام مصطفیٰ نعیمی

آسمان علم پر جن چند ستاروں نے کہکشاں بنا رکھی ہے ان میں ایک اہم نام امام الہند صدر الافاضل الشاہ سید محمد نعیم الدین قادری علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔ حضرت کے علمی شہ پارے عرصہ دراز سے پردۂ خفا میں رہے اور اچھے خاصے حالات زمانہ کی خرد برد سے ضائع بھی ہو گئے۔ لیکن پچھلے کچھ وقت سے حالات نے خوش گوار کروٹ بدلی اور منصوبہ بندی کے ساتھ محدود پیمانہ پر ہی سہی لیکن کام کا آغاز ہوا۔ حضرت صدر الافاضل کی ذات ان کے افکار اور ان کی خدمات جلیلہ پر کام نہ ہونے کی بہت ساری وجوہات ہیں جن سے یہاں صرف نظر کیا جا رہا ہے، مگر یہ بات اہل علم کے مابین ضرور رکھتے ہیں کہ حضرت صدر الافاضل کی انقلابی شخصیت پر کام نہ ہونے ایک بڑا نقصان ملت اسلامیہ کو اٹھانا پڑا، وہ نقصان صدر الافاضل سے علمی انتساب رکھنے والی کچھ ایسی عظیم المرتبت شخصیتوں کے گم نام ہو جانے سے ہوا جن کے فکر وفہم کی روشنی میں ملت کامیابی کے کئی اہم نقوش تلاش کر سکتی تھی۔ ان شخصیتوں میں کئی نام بڑے اہم ہیں، جن میں صدر الافاضل کے عزیز شاگرد تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی، مخدوم ملت مفتی غلام معین الدین نعیمی مرادآبادی مدیر سوادِ اعظم لاہور اور حضرت صدر الافاضل کے دو شہزادے صدر العلماء علامہ سید ظفر الدین نعیمی، رہنمائے ملت حضرت مولانا اختصاص الدین نعیمی اہمیت کے حامل ہیں۔

جب خود صدر الافاضل پر شایان شان کام نہ ہوا تو ان مذکورہ شخصیتوں پر کام نہ ہونے کی شکایت کس سے کی جائے؟ اس جمود کو توڑتے ہوئے ہم نے پہلے تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کی بلند پایہ تحریروں کو کتابی شکل میں ''مقالات تاج العلماء'' کے نام سے شائع کیا اور آج شہزادۂ صدر الافاضل صدر العلما مولانا سید محمد ظفر الدین نعیمی علیہ الرحمہ کی قلمی خدمات پر آغاز تحریر کرتے ہیں۔

صدر العلماء علامہ سید ظفر الدین نعیمی ایک نظر میں:

صدر العلماء علامہ سید ظفر الدین نعیمی وہ پہلا پھول ہیں جو صدر الافاضل کے ازدواجی چمن میں سب سے پہلے مہکے۔ ۵ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ مطابق 16 اپریل 1910ء میں آپ نے اس خاکدان گیتی میں آنکھیں کھولیں، جس گھرانے میں آپ کی ولادت ہوئی وہ علم وفضل میں مشہور زمانہ اور مرجع عوام وخواص تھا، اور پورے شہر میں اس خاندان کی عزت وشہرت بوئے گل کی مانند پھیلی ہوئی تھی۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ ان کے والد امام الہند حضور صدر الافاضل کے ساتھ ساتھ ان کا پورا خانوادہ علم وفضل میں ممتاز تھا۔ آپ کے جد محترم استاذ الشعرا حضرت مولانا معین الدین نزہتؔ مرادآبادی علیہ الرحمہ کے بارے میں تاج العلما حضرت مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں:

''مرادآباد کی ایک ربع خواندہ آبادی حضرت مولانا معین الدین صاحب کی شاگردی کا شرف رکھتی تھی، حضرت موصوف نواب مہدی علی ذکیؔ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ذکیؔ کے شاگردوں میں (مشہور مجاہد آزادی) حضرت مولانا کفایت علی کافیؔ، مولانا محمد حسین تمناؔ، نواب شبیر علی خانصاحب تنہاؔ اور مولانا معین الدین صاحب نزہتؔ بہت مشہور ہیں۔ (حیات صدر الافاضل، ص 21)

صدر العلما کی ولادت قیام جامعہ کا حسین انعام:

علامہ سید ظفر الدین نعیمی کا سال ولادت 1910ء ہے اور 1909ء میں جامعہ نعیمیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا، یعنی قیام جامعہ کے اگلے سال آپ حضرت صدر الافاضل کے گھر میں تشریف لائے، اگر صدر العلماء کے وجود کو صدر الافاضل کی مساعی جمیلہ [قیام جامعہ] پر قدرت کی جانب سے ایک خوبصورت انعام کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس طرح حضرت صدر العلما کی ذات گرامی سنیت کے لیے ایک بیش بہا

تحفہ کی شکل میں ظاہر ہوئی اور بلا مبالغہ قیام جامعہ کا حسین انعام ہیں۔

علمی عبقریت پر ایک اہم شہادت:

علمی گھرانوں کے معمولات کے مطابق مقررہ عمر میں رسم بسم اللہ کے بعد تعلیمی سفر شروع ہوا، ایک تو گھر کا ماحول علمی ضیا باریوں سے روشن دوسرے تاج العلماء مفتی عمر نعیمی جیسے افتخار زمانہ استاذ، مزید سونے پر سہاگہ خود اس قدر ذہین وفطین کہ جس سبق کو ایک بار دیکھ لیں دل کی تختی پر نقش ہو جائے۔ صدر العلماء کا علمی جولان کیا تھا اس کے بارے میں سرمایہ علم وفن علامہ ہاشم نعیمی فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ جامعہ میں انتظامی امور میں اختلاف رائے کو لے کر حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب نعیمی نے درس دینا بند کر دیا، طلبہ نے صدر العلماء سے عرض کیا، اس پر انہوں نے فرمایا مفتی حبیب اللہ کیا سمجھتے ہیں کہ پڑھانا صرف انہیں کو آتا ہے؟ یہ کہہ کر خود درس گاہ میں تشریف لائے اور طلبہ کو بخاری کا درس دینا شروع کیا، علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب مولانا ظفر الدین نے پڑھانا شروع کیا تو ایسا لگا کہ کوئی علم کا سمندر ہے اور اپنے اندر چھپے جوہرات وموتی لٹاتا جارہا ہے، لگ ہی نہیں رہا تھا کہ جو شخص باقاعدہ درس گاہ میں پڑھاتا نہ ہو اور نہ بالالتزام مطالعہ کرتا ہو وہ اس معیار وانداز سے پڑھا سکتا ہے۔ پوری درس گاہ میں مولانا ظفر الدین کی آواز گونج رہی تھی اور آپ ائمہ حدیث کی تحقیقات، ان کے اختلافات ودلائل، منفرد طرز استدلال، اسماء رواۃ اور متضاد روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے درس دے رہے تھے۔ علامہ صاحب کا کہنا ہے کہ اس دن معلوم ہوا کہ مولانا ظفر الدین نعیمی واقعی ''صدر العلماء'' ہیں، یہ سلسلہ قریب ہفتے بھر چلا، پھر منقطع ہو گیا کہ مفتی حبیب اللہ صاحب نے پڑھانا شروع کر دیا تھا، علامہ صاحب کہتے ہیں کہ ہماری پوری جماعت کو اس کا قلق رہا کہ یہ سلسلہ اتنی جلد کیوں ختم ہو گیا''۔

علامہ صاحب کی شہادت کے بعد مزید کچھ لکھنے کی حاجت نہیں رہ جاتی۔ بھلا جس کے والد اور استاذ اول صدر الافاضل ہوں، جس نے تاج العلماء جیسی عبقری شخصیت سے درس لیا ہو وہ ذات صدر العلماء نہ ہوگی تو کیا ہوگی؟

۱۹، شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ مطابق ۳، اکتوبر ۱۹۳۹ء میں آپ نے مروجہ تعلیم سے فراغت حاصل کی، آپ کے ساتھ ہی آپ کے برادرِ اوسط رہنمائے ملت حضرت مولانا سید اختصاص الدین نعیمی اور حکیم مولانا سید یعقوب علی کراچی بھی فارغ ہوئے، اور یہ اجلاس جامعہ کا ۲۹ واں سالانہ جلسہ فراغت تھا۔

صدر الافاضل کا عکس ان کے شاگردوں میں:

جن لوگوں نے صدر الافاضل کی تحریروں سے استفادہ کیا ہے ان سے یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی کہ صدر الافاضل کا اندازِ تحریر اس زمانے کے عام انداز تحریر سے ایک دم الگ تھا۔ اس زمانے میں سخت ترین اردو کا استعمال عام تھا، مزید لمبی لمبی تراکیب، گنجلک مفاہیم اور مترادفات کا کثرت سے استعمال ہوتا تھا۔ اس کی ایک وجہ غالباً کم وقت میں زیادہ کام یا قارئین کا علمی معیار بہتر ہونا بھی ہو سکتا ہے یا پھر محررین کا ذوق خاص بھی اس کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن صدر الافاضل کی تحریروں کی ایک اہم خاصیت یہ ہے کہ علمی مباحث میں بھی وہ پیرایہ بیان اختیار فرماتے کہ ہلکی شد بد رکھنے والا بھی مفہوم کو باآسانی سمجھ لیتا۔ ہر شاگرد اپنے استاذ کے ذوق کو ہی اختیار کرتا ہے، اس قاعدہ کو اگر درست مانا جائے تو صدر الافاضل کی درس گاہ کے خوشہ چینوں پر یہ قاعدہ بخوبی صادق آتا ہے، بطور تمثیل حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی کی تفسیر نعیمی کو ملاحظہ کریں ان کی یہ تفسیر عالمانہ، صوفیانہ اور نحوی ہونے کے باوجود عوام کے لیے سب سے آسان ہے۔ صدر الافاضل کے اکثر شاگردوں کی تحریروں میں یہ عنصر صاف نظر آتا ہے۔ اس تناظر میں جب ہم صدر العلماء مولانا سید ظفر الدین نعیمی کی تحریروں کو دیکھتے ہیں تو بڑی خوش گوار حیرت ہوتی ہے، مشہور مقولہ ہے الولد سر لابیہ۔ بیٹا باپ کا عکس ہوتا ہے، واقعی صدر العلماء اپنے والد صدر الافاضل کا عکس جمیل ہی ہیں۔ صدر العلماء کی تحریر کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں جس میں انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ کیا ہے، لکھتے ہیں:

سرکارِ دوجہاں، آقائے کون ومکاں، سبز گنبد کے مکیں، تاج والے، راج والے، تیرے در کا بھکاری، تیرے آستانے کا فقیر، ہاں ہاں او دارین کے مالک، او کالی کالی زلفوں والے، تیرا آستانہ عرش کا شانہ، تیرے غلاموں کا ماوا مرجع، تیرے فدائیوں کا ملجا، تمام دنیا کے بھکاری، سارے عالم کے محتاج، تیری بارگاہ جہاں پناہ میں دامن

پھیلائے، جھولیاں بڑھائے، اپنی البیلی تمناؤں، اپنی متوالی آرزؤں کو اپنے کشکول گدائی میں رکھ کر پیش کرنے کو حاضر ہوتے ہیں۔‘‘

صدر العلماء کے اس اقتباس اور اس کے نکھرے ہوئے جملوں کو نگاہ میں رکھیں اور اب صدر الا فاضل کا یہ اقتباس ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ صدر العلماء کی تحریروں میں صدر الا فاضل کا عکس کتنا نمایاں ہے۔صدر الا فاضل تحریر فرماتے ہیں:

اسلام اے پیارے اسلام !اے دل کے مکین، کشورِ بدن کے سلطان، تجھ پر دل فدا، جان قربان، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک، میرے آرام جان، میرے دل کے چین، میرے درد کے درمان، اے میرے محسن ومہربان، میری کشتی کے محافظ نگہبان تو نے میری خستہ حالی میں دست گیری کی۔‘‘(السواد الاعظم، جمادی الاخریٰ ص،۲،۸ ۱۳۴۸ھ)

دونوں اقتباسات کی یکسانیت، جملوں کی روانی، فکری نفاست، آدابِ رتبہ اور استغاثہ کا خوب صورت انداز اگر محرر کا نام بتائے بغیر کسی کے سامنے رکھ دیے جائیں تو یقیناً ہر شخص دونوں تحریروں کو ایک ہی محرر کی قرار دے گا، یہ ہے صدر العلماء کے اندازِ تحریر کا جلوہ !ایک ایک جملے میں صدر الا فاضل کا عکس جمیل نظر آتا ہے۔

جامعہ کے ماحول کی عام روایت کے مطابق ہم بھی ابتداً یہی سمجھتے تھے کہ مولانا ظفر الدین صرف صدر الا فاضل کے شہزادے تھے لیکن جب مطلع صاف ہوا تو نظر آیا کہ بادلوں کے پیچھے ماہتاب علم کا حسین پیکر موجود ہے۔جس کے قلم کی روانی کا یہ عالم ہے کہ محفل میں ہیں تو لکھتے ہیں، سفر میں ہوں قلم جاری رہتا ہے اور کبھی حوادثات زمانہ پیروں میں بیڑیاں ڈال دے، تفکرات کے بادل وجود کو گھیر لیں تو بھی صدر العلماء کا قلم خاموش نہیں رہتا اور اپنی تنہائیوں کی خلوت کو جلوت گاہ بنا دیتا ہے۔

جامعہ نعیمیہ کے بحرانی دور میں کچھ ایسے حالات در پیش آئے جو دلوں کو توڑنے والے اور جگر کو گھایل کرنے والے تھے، حالات کی سختی مولانا کے قلب نازک پر اثر انداز ہوئی، اپنا دردِ دل انہوں نے کسی سے نہ کہہ کر اس ذات کی طرف لو لگائی جن کے بارے میں کہا جاتا ہے ع

عاصیوں دامن سخی کا تھام لو کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

علامہ ظفر الدین نعیمی بارگاہ میں رسول میں اپنی فریاد اس طرح پیش کرتے ہیں:

’’نعیمی غریب کے ذہن وخیال کی دنیا عقیدت وارادات کے ولولوں سے اس قدر لبریز ومعمور تھی کہ مستقبل کے تفکرات کی قطعاً سمائی نہیں تھی، مگر حضور پر دنیا روشن ہے کہ جس وقت نعیمی اپنی ہر امکانی کوشش میں جامعہ نعیمیہ کی بقا کا خواہش مند تھا، یکا یک ادبار نے آگھیرا۔خیالات کے بہشت ساماں مناظر پر فلک فتنہ ساماں کی برق پاشی وآتش فشانی میں مصروف ہوگیا، جہاں آباد کی گلیاں سرخی خون شہید سے رشک لالہ ہوگئیں، یہ سب کچھ ہوا اور ہو چکا مگر حضور کے آستانے کا یہ بینوا بھکاری، حضور کے رب کی ابدآثار رحمتوں سے مایوس نہ ہوا اور سرکار کے انعام واکرام کی آرزو میں حضور کے دامن توسل کو مضبوطی سے تھامے بیٹھا ہے، حضور پرنور پر یہ بھی نمایاں ودرخشاں ہے کہ موجودہ ہولناک دور کے ان نازک ترین لمحات میں نعیمی وہ سچا خدمت گزار اسلام ہے جو تبلیغ دین متین کی جدوجہد میں حوادث کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے مسلسل سرگرم رہا، ملت ومذہب کی مفید عام خدمات خلوص وللٰہیت سے بجالانا اپنا نصب العین قرار دیا۔‘‘

اس طویل اقتباس میں صدر العلماء کی زندگی کے کئی رنگ نظر آتے ہیں، جن میں سب سے اہم یہ ہے انہیں حضور سید عالم ﷺ سے بے پناہ محبت تھی، یہی وجہ ہے کہ وہ سخت ترین حالات میں بارگاہ رسول میں ہی اپنی فریاد رکھتے تھے، کسی دنیادار سے نہیں، اور ایک مومن کی یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ اسے عشق سرکار کی دولت نصیب ہوجائے کہ ایں سعادت بزور بازو نیست۔

دوسرے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں چمن صدر الا فاضل جامعہ نعیمیہ سے بے حد لگاؤ تھا کہ حوادث کی سخت فتنہ سامانیوں کے باوجود ان کے پایہ ثبات میں لغزش نہ آئی، ان کے جذبہ خلوص وللٰہیت اور خدمت دین کی تڑپ میں کوئی کمی نہیں آئی۔ورنہ جن حوادثات کا ذکر انہوں نے ’’فلک فتنہ ساماں کی برق پاشی وآتش فشانی‘‘ سے کیا ہے، اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بحران کا عالم کیا ہوگا؟ مگر حالات کہ یہ تنگیاں بھی انہیں ان کے نصب العین سے نہ ہٹاسکیں۔ثالثاً اس اقتباس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ صدر العلماء کی تحریروں میں ’’آمد‘‘ تھی ’’آورد‘‘ کا تکلف نظر نہیں آتا۔وگرنہ جو شخص اس قدر تفکرات میں گھرا ہو اس کا ذہن قلم کا ساتھ

نہیں دیتا مگر! یہ صدر العلماء کا اپنے ذہن وخیال پر اختیار تھا کہ سخت حالات میں بھی قلم سے دردِ دل تحریر کرتے ہیں اور ادب کے موتیوں سے سجی ایک شاندار تحریر معرض وجود میں آجاتی ہے۔

صدر العلماء کا بزرگوں سے لگاؤ:

علامہ سید ظفر الدین نعیمی بزرگان دین سے بھی بڑا لگاؤ رکھتے تھے جس کا اندازہ ان کی تحریروں سے ہوتا ہے۔ان کی ایک تحریر کا اقتباس دیکھیں:

اے رحمۃ العالمین آقا! تیرے حضور کی حاضری کا تمنائی، تیرے مقبولانِ بارگاہ کا شیدائی، تیرے محبوب بغداد والے غوث اعظم کا فدائی، تیرے حبیب اجمیر والے خواجہ غریب نواز کا جاں نثار، تیرے کشتہ جمال قطب الاقطاب بختیار کا کی کا مقبول نظر، ہاں ہاں اے محبوب رب العالمین ملیح عربی شہنشاہ تیرے کانِ نمک گنج شکر فرید الدین کے میکدہ کا جرعہ نوش، تیرے محبوب ثانی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء بدایونی کا نمک پروردہ، تیرے روشن چراغ مخدوم جہاں نصیر الدین کی بارگاہ کا مشعل افروز، تیرے پیارے علاؤالدین صابر کا خادم، ہاں ہاں اے سید المرسلین! خاتم النبین تیری شیریں کلامی پر فریفتہ، تیرے طور جمال پر شیفتہ تیرے تیرے شیخ المشائخ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین کے آستانہ کا جاروب کش، تیرے خدام آستانہ کا غاشیہ بردار نعیمی۔''

اقتباس کا ایک ایک لفظ الفت ومحبت کی چاشنی میں ڈوبا ہوا، بوئے وفا لٹاتا ہوا اور اولیاء کاملین سے اپنی نسبت کا اعلان عام کرتا ہوا نظر آتا ہے، جسے پڑھ کر محبتوں کا رنگ گہرا ہوجاتا ہے۔یہ صدر العلماء کی تحریر کی خوبصورتی ہے کہ ان کے قلم سے نکلنے والا ہر لفظ صفحہ قرطاس سے سیدھے دل میں اتر جاتا ہے مانو کاغذ پر نہیں دل پر ہی لکھا گیا ہو۔

علامہ ظفر الدین نعیمی محض ایک روایتی عالم نہیں تھے بلکہ ایک بیدار مغز اور آفاقی فکر رکھنے والے عالم ربانی تھے، یہی وجہ تھی کہ اپنے دور کی علمی وفکری اور سائنسی اتھل پتھل پر گہری نظر رکھتے تھے۔جن دنوں انسان چاند پر جانے کے لیے پر تول رہا تھا اور علما کے مابین بحث ومباحثہ کا بازار گرم تھا، اس وقت آپ نے اس سائنسی موضوع پر ایک زبردست تحقیقی مضمون ''چاند پر انسان کی فتح'' کے نام سے قلم بند فرمایا تھا، جو A4 سائز کے 8 صفحات پر مشتمل تھا اور ہر صفحے میں باریک خط میں ۲۷ لائن تھیں۔یہ مضمون صدر العلماء کی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے جس میں آپ نے بہت آسان پیرایہ میں چاند پر انسان کے پہنچنے کے مراحل اور ذرات کا آواز پہنچانا، راکٹ کی ایجاد، خلائی جہاز اور خلائی دشواریاں اور چاند گاڑی جیسے عناوین پر سیر حاصل کلام فرمایا ہے، اس مضمون کے اختتامیہ پر آپ تحریر فرماتے ہیں:

''انسان کے قدم چاند پر پہنچ گئے کیا چاند کی عظمت گھٹ گئی؟ چاند ویسا ہی ہے اس کی عظمت وشوکت میں کوئی کمی نہیں آئی، وہ ویسا ہی پر جمال ہے جس طرح گلاب کہ اس کا ہار بنائیں یا دستار میں لگائیں یا زمین پر ڈال دیجئے گلاب کی تاثیر میں کوئی فرق نہیں آئے گا، گلاب گلاب ہی رہے گا، قدرت کا قانون ہی کچھ ایسا ہے۔وَلَن تَجِدَ لِسنّۃِ اللہِ تَبدِیلاً۔''

صدر العلماء کی تحریروں کے یہ چند اقتباسات یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ علامہ سید ظفر الدین نعیمی ایک عظیم باپ کے عظیم بیٹے تھے، انکی ذات، ان کی قلمی نگارشات اور ان کی تبلیغی خدمات اہل علم کی محفلوں کی زینت ہونا چاہیے تاکہ وہ اس کی روشنی میں ملت اسلامیہ کے لیے مضبوط لائحہ عمل طے کرسکیں۔ان شاءاللہ اس سمت میں تفصیلی کام جلد منظر عام پر آئے گا۔

ابھی یہ موضوع بہت وسیع ہے ہم نے صرف قارئین کے سامنے یہ بات رکھنے کی کوشش کی ہے کہ صدر الافاضل کے شہزادگان کی خدمات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے اور انہوں نے بھی علم وفن، ارشاد وسلوک اور معرفت وتصوف کی آبیاری فرمائی ہے۔شہزادگان کی تبلیغی خدمات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے اس محاذ پر بھی کام کئے جانے کی ضرورت ہے، اس مضمون میں ان سارے امور کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا لیکن ہاں جلد ہی اس سلسلے میں کئی اہم چیزیں آپ کے سامنے آئیں گی ان شاء اللہ۔اور الگ سے کتابی صورت میں شہزادگان کی جملہ خدمات کو احاطہ تحریر میں لایا جائے گا، اللہ موجودہ شہزادگان کو سلامت رکھے کہ جن کی سرپرستی کی بدولت کام کی رفتار تیز ہورہی ہے، اللہ ہم سب کی خدمات کو قبول فرمائے۔

OOOO

حضور فدائے ملت ایک نابغہ روزگار شخصیت

نبیرۂ صدرالافاضل حضرت علامہ سید نظام الدین نعیمی المعروف نجم میاں صاحب

جب ہم بزرگانِ دین کی زندگیوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں دو قسم کے بزرگوں کا پتا چلتا ہے ایک تو وہ جنھوں نے تزکیہ نفس اور اتباعِ شریعت کر کے خود کو سنوار لیا اور اپنی پوری زندگی عبادت و ریاضت میں گزار دی۔ اور دوسرا وہ گروہ ہے جس نے تقویٰ وطہارت، زہد وورع، ایثار و ہمدردی، صداقت و دیانت جیسے اوصافِ حمیدہ سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سارے گم گشتگانِ راہ کو راہِ راست پر گامزن کر دیا۔ حضور فدائے ملت علیہ الرحمہ کا شمار بزرگانِ دین کے دوسرے طبقے میں ہوتا ہے۔

آپ نے بھی اپنے آباواجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بے شمار دینی کارنامے انجام دیے۔ جن کا احاطہ کرنا بہت دشوار ہے صوبہ بنگال کے متعدد اضلاع کے علاوہ بہار، جھارکھنڈ، اُڑیسہ اور مختلف علاقوں میں آپ کے تبلیغی دورے ہوتے رہے اور آپ نے لوگوں کو اپنی تقاریر کے ذریعے اسلامی تعلیمات سے آگاہ فرمایا۔ آپ تبلیغ کے لیے ایسے ایسے مقامات پر بھی تشریف لے گئے جہاں جانا بے حد دشوار تھا۔ جو ایک دم دیہات تھے سڑکیں خستہ تھیں آمدورفت کے ذرائع نام کو بھی نہیں تھے جانے کے لیے بے حد دشوار گزار راستوں سے گزرنا پڑتا تھا مگر آپ خندہ پیشانی کے ساتھ ان تمام پریشانیوں کو اٹھا کر دینی خدمات انجام دیتے رہے۔

فدائے ملت کا دیہاتوں سے لگاؤ:

آپ کی زندگی کا ایک تابناک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ شہروں کے بالمقابل دیہاتوں کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ کے کچھ ارادت مند عرض کرتے حضور آپ شہروں کو چھوڑ کر دیہاتوں میں جانا کیوں پسند کرتے ہیں حالانکہ شہروں میں مسلک ومذہب کا کام زیادہ انجام پائے گا۔ شہروں میں آمدورفت کے ذرائع بھی زیادہ ہوتے ہیں اور دیگر آسانیاں بھی مہیا ہوتی ہیں مگر آپ پھر بھی شہروں کے بجائے دیہات کو پسند فرماتے ہیں۔ آپ اپنے ارادت مندوں کا سوال سن کر ارشاد فرماتے:

’’شہروں میں تو بہت سے علما تشریف لاتے ہی رہتے ہیں اور سنیت کا کام ہوتا ہی رہتا ہے لیکن دشواریوں کی بنیاد پر علما ومشائخ دیہات میں آنا پسند نہیں کرتے اب اگر سب لوگ آسانیوں کی بنیاد پر شہروں کا ہی رخ کرنے لگیں تو ان دیہات والوں کو اللہ و رسول کے پیغامات واحکامات کس طرح پہنچیں گے؟ انہیں عبادت و ریاضت کا سلیقہ کون سکھائے گا؟ ان لوگوں کے دلوں میں عشق رسالت کا چراغ کون جلائے گا؟ بس یہی سوچ کر میں دیہات میں آنا اور رہنا پسند کرتا ہوں تا کہ ان دورافتادہ مواضعات کے لوگوں کو بھی خدا ورسول کے غلاموں میں شامل کرا سکوں۔‘‘

سبحان اللہ یہ تھا فدائے ملت کا جذبہ اخلاص اور دینی خدمات کی سچی تڑپ! آج کل کے پیرانِ عظام آسائشیں اور آرام کی تلاش کرتے ہیں مگر یہ نبیرۂ صدرالافاضل ہیں جو آسانیاں چھوڑ کر مشقت وکلفت تلاش کرتے کس لیے؟ صرف اُمتِ محمدیہ کی فلاح وصلاح اور علیم دین کے لیے، شاید ایسے ہی مردان خدا کے لیے کہا گیا ہے ع

یہ تو راہِ شوقِ جنون ہے اسے راحتوں کی سزا نہ دے
کہ وہ عشق بھی کوئی عشق ہے جو اذیتوں میں مزا نہ دے

آپ کا تقویٰ وپرہیزگاری:

حضور فدائے علیہ الرحمۃ والرضوان نے جہاں اپنے والد گرامی حضور صدرالعلما علامہ سید ظفرالدین نعیمی علیہ الرحمہ سے مختلف علوم و فنون پر دسترس حاصل کی وہیں آپ اخلاق وکردار، عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ، توکل واستغنا، تصوف وسلوک، جود وسخا، رشد وہدایت اور ارشاد وتبلیغ میں بھی اپنے والد گرامی کے جانشین اور مظہر نظر آتے ہیں۔ جہاں آپ میدان علم وفضل کے شہ سوار نظر آتے ہیں وہیں تقویٰ و پاکیزگی اور حزم واحتیاط کے بھی پاسبان نظر آتے ہیں۔ فرائض و واجبات ہی نہیں بلکہ سنن ومستحبات کی بھی حد درجہ رعایت فرماتے، تبلیغ اسلام وسنیت کی خاطر بہت بار سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں مگر دورانِ سفر جوں ہی نماز کا وقت آتا عبادت الٰہی کے لیے فوراً ہی تیار ہو

جاتے۔آپ کا کوئی قدم شریعت مطہرہ کے خلاف،سنت رسول اللہ کے خلاف اُٹھتا ہوا کسی نے نہ دیکھا بلکہ آپ ہر حال میں استقامت علی الشریعہ کی جیتی جاگتی تصویر نظر آئے۔آپ کی پوری زندگی تواضع و انکساری،خوش خلقی وملنساری اورمخلوق خدا کی خدمت سے عبارت رہی۔

اپنے مریدوں کو بھی ہمیشہ نیک کاموں کی ترغیب دلاتے ان کے احوال پر کڑی نظر رکھتے اور فرمایا کرتے تھے:

''نمازوں کی پابندی کرو کہ نماز افضل العبادات ہے اگر نماز نہیں پڑھوگے تو تزکیہ نفس کس طرح ہو پائے گا؟ نماز ہی بندے کو اپنے رب کے قریب کرتی ہے۔''

پوری زندگی آپ متبع شریعت رہے اور اپنے متعلقین کو بھی اسی کی تاکید فرماتے رہے۔آپ کے اکثر اوقات بالخصوص راتیں عبادت و ریاضت کے لیے وقف تھیں آپ کی حیات پاک کو دیکھ اولیا وصلحائے اُمت کی مبارک زندگیاں نظروں کے سامنے آجاتیں۔یہی وہ اوصافِ حمیدہ تھے جس نے خلائق کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

عوام الناس میں آپ کی مقبولیت:

حضور فدائے ملت اخلاق وکردار کے بڑے دھنی تھے ہر آنے والے سے بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتے،ہر مرید سے اس کے گھر کی خیر خیریت دریافت فرماتے آپ کا انداز اس قدر اپنائیت بھرا تھا کہ ہر مرید یہ گمان کرتا تھا کہ حضرت سب سے زیادہ محبت مجھی سے فرماتے ہیں۔جب کہ حقیقت بھی یہی تھی کہ آپ سبھی مریدوں سے بے حد لگاؤ رکھتے تھے آپ کے نزدیک امیر وغریب میں کبھی کوئی فرق نہیں رہا بلکہ آپ نے ہمیشہ سب کو ایک نگاہ سے دیکھا اور سب کو یکساں ہی رکھا۔ یہی وہ اوصاف وکمالات تھے جس نے کثیر خلق خدا کو آپ کو گرویدہ بنا دیا تھا۔آپ جس طرف تشریف لے جاتے زیارت کے لیے لوگوں کا سیلاب امڑ آتا،روزانہ سیکڑوں آدمی آپ کی زیارت کے لیے دور دراز کے مقامات سے آتے اور فیوض وبرکات سے مالا مال ہوکر واپس لوٹتے اور بھلا ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاذکرونی اذکرکم۔اے مومنو تم میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

حضور فدائے ملت کی زندگی کے بیشتر اوقات یاد الٰہی میں گزرتے رہے تو اللہ رب العزت نے بھی انہیں شہرت ومقبولیت کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا۔الغرض حضور فدائے ملت کی زندگی کو جس زاویے سے دیکھا جائے منفرد ویکتا نظر آتی ہے۔

آپ کی خدماتِ جلیلہ:

حضور فدائے ملت نے اوائل عمر سے ہی اشاعت علم اور تبلیغ وارشاد کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا۔آپ کے مزاج میں حد درجہ استغنا وتوکل تھا کبھی کسی کام کے لیے دنیا کے طالب نہیں ہوئے ہمیشہ خلوص وللٰہیت کے ساتھ مصروف عمل رہے۔مرادآباد سے لے کر بنگال تک آپ کی زندگی مسلسل جہد،پیہم کاوش اور فعالیت کا ایک شاندار نمونہ تھی۔آپ نے کبھی جمود وتعطل سے کام نہیں لیا ہمہ وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتے کبھی مریدین کی اصلاح فرمارہے ہیں تو کہیں کی علم وفن کی باریک گتھیاں سلجھارہے ہیں۔کبھی کسی علاقے میں تعلیم دین کے لیے لوگوں کو آمادہ کرکے دینی ادارے کی داغ بیل ڈال رہے ہیں تو کہیں وعظ و نصیحت کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو مزکیٰ ومصفیٰ فرمارہے ہیں۔ غرضیکہ آپ نے حیاتِ مستعار کے ایک ایک لمحے کو اللہ ورسول کی رضا جوئی کے لیے استعمال فرمایا،ذیل میں آپ کے ذریعے قائم کردہ اداروں کی مختصر سی تفصیل حاضر ہے:

(۱)مدرسہ نعیمیہ ظفر العلوم اسلام پور دبراج پور مغربی بنگال۔اس ادارے میں حفظ وقرأت سے لے کر درس نظامی کی ثالثہ تک کی تعلیم کا معقول نظم ہے۔یہ ادارہ خانقاہ سے متصل ہے۔

(۲) مدرسہ اہل سنت نعیمیہ رضویہ،چھٹ جوڑ ضلع بانکا(بہار)

(۳) مدرسہ قادریہ نعیمیہ،کانتوڑ ضلع بیربھوم(بنگال)

(۴) مدرسہ نعیمیہ،رسول پور،ضلع بیربھوم(بنگال)

(۵) مدرسہ نعیمیہ غریب نواز،گڑھی ضلع جموئی(بہار)

(۶) نعیمی لائبریری،سری پور ضلع بردوان(بنگال)

ان مدارس کے علاوہ حضور فدائے ملت نے جابجا مکاتب قائم کرائے تاکہ ہر مقام پر ابتدائی تعلیم کا بندوبست ہوسکے اور کسی بھی علاقے میں جہالت کو گھسنے کا موقع نہ مل سکے۔

فدائے ملت کی کرامات:

حضور فدائے ملت تقویٰ وپرہیزگاری کے اس منصب پر فائز تھے

جہاں سے انسان اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرلیتا ہے اور جب کوئی بندہ بارگاہِ مولیٰ کا قرب حاصل کرلیتا ہے تو رحمت خداوندی اسے اپنی آغوش میں ڈھانپ لیتی ہے اور اس مردِ خدا سے بوقت ضرورت خوارق عادات کاموں کا ظہور ہونے لگتا ہے جسے شریعت کی زبان میں کرامت کہا جاتا ہے۔حضور فدائے ملت علیہ الرحمہ کی ذات والا سے بھی کئی کرامات کا ظہور ہوا ہے جس میں سے چند ہم اختصاراً یہاں نقل کرتے ہیں۔

زہر کا بے اثر ہونا: حضور فدائے ملت کے بہت سارے مریدین یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب شروع شروع میں حضور فدائے ملت کا بنگال آنا جانا شروع ہوا تو جہاں کثیر تعداد میں آپ کے چاہنے والے لوگ تھے تو وہیں کچھ حاسدین بھی بن گئے جو بلا وجہ آپ سے عداوت رکھتے تھے۔ایک بار فدائے ملت ضلع بردوان کے موضع سری پور تشریف لے گئے اور جناب محمد نواب حسین نعیمی کے گھر پر قیام فرمایا۔ سری پور واطراف وجوانب کے لوگ آپ کی زیارت کے لیے آنے لگے۔حضور فدائے ملت پان کھانے کے شوقین تھے مریدین آپ کی عادت سے واقف تھے اس لیے بہت سارے مریدین آپ کی خدمت میں پان لے کر حاضر ہوتے تھے۔کچھ دشمن گھات میں تھے انہیں میں سے کسی دشمن نے پان میں سائنائیڈ زہر ملا کر آپ کو پان پیش کردیا۔ حضرت نے جیسے ہی پان منہ میں رکھا فوراً ہی منہ سے نکال کر صوفی اسرائیل سے کہا اسے باہر پھینک دو،ادھر پان باہر پھینکا گیا اور ادھر فدائے ملت بے ہوش ہوگئے چونکہ زہر بڑا شدید تھا۔مریدین فوراً ہی حضرت کو لے کر آسن سول شہر پہنچے اور ڈاکٹر کو دکھایا ڈاکٹر نے تحقیق کرکے کہا کہ ان کو سائنیڈ زہر کھلایا گیا ہے اور جہاں تک میرا تجربہ بتاتا ہے وہ یہ ہے کہ سائنیٹ اگر زبان پر ذرا سا بھی لگ جائے تو انسان کی موت واقع ہوجاتی ہے اور انہیں زہر کھائے ہوئے ایک گھنٹے سے زیادہ ہوگیا اور یہ ابھی تک زندہ ہیں آخر یہ کون ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ ہمارے پیر صاحب ہیں، بالآخر دو تین دن کے بعد حضور فدائے ملت بالکل صحت مند ہوگئے اور زہر دینے کے ۲۳ سال بعد آپ کا وصال ہوا۔سبحان اللہ یہ ہے فدائے ملت پر رب کریم کا فضل کہ جو زہر ایک لمحے میں انسان کو ختم کردے وہ زہر آپ پر بے اثر رہا اسی لیے تو کہا ہے ع

کھا کے زہر تیئس برس تک زندہ رہے
دشمن تھا حیران فدائے ملت کا

اپنے اور مرید کے انتقال کی خبر دینا: یہ واقعہ قریب 1998ء کا ہے حضور فدائے ملت کے ایک چہیتے مرید جناب ادریس نعیمی عرف عیدو میاں بہت بیمار رہا کرتے تھے ایک دن وہ اپنا کفن لے کر حضور فدائے ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور میں عرصہ دراز سے بیماری میں مبتلا ہوں اپنا کفن لے کر آیا ہوں کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ میرے کفن پر عہد نامہ اور یٰسین شریف تحریر فرمادیں۔حضور فدائے ملت تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر مسکرا کر فرمایا کہ عیدو میاں ابھی آپ کا ٹائم بہت ہے لیکن ادریس نعیمی بضد ہوئے تو آپ نے اپنے ایک مرید شرف الدین نعیمی کو ڈرما سے فرمایا شرف الدین صاحب عیدو میاں کے کفن پر عہد نامہ اور یٰسین شریف تحریر کردیں۔پھر آپ نے عیدو میاں سے فرمایا کہ عیدو بھائی آپ کی نماز جنازہ میں نہیں پڑھاؤں گا محمد میاں (حضرت علامہ سید عظیم الدین نعیمی صاحب سجادہ آستانہ نعیمیہ) پڑھائیں گے۔عیدو میاں یہ سن کر کہنے لگے حضرت آپ کیوں نہیں پڑھائیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک تمہارے بیچ نہیں رہوں گا جب نہیں رہوں گا تو نماز جنازہ پڑھاؤں گا کس طرح؟ وقت گزرتا رہا ادریس نعیمی کبھی سخت بیمار ہو جاتے لیکن پھر افاقہ ہوجاتا مگر حضور فدائے ملت نے جو فرمایا وہ ہو کر رہا کہ ۳؍رجب المرجب ۱۴۲۱ھ مطابق 2000ء کو آپ نے اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا اور آپ کے وصال کے ٹھیک پانچ سال کے بعد ادریس نعیمی کا انتقال ہوا اور نماز جنازہ جانشین فدائے ملت حضرت علامہ سید عظیم الدین نعیمی نے پڑھائی۔

بے دیکھے ہی چوری کے مال کا پتا بتا دیا: یہ واقعہ راقم الحروف کو پنڈیشور ضلع بردوان کے رہنے والے ایک غیر مسلم سنار اروند کمار گپتا نے بتایا۔یہ غیر مسلم اکثر حضرت کی بارگاہ میں حاضری دیا کرتا تھا اور آپ کی خدمت میں حاضری اس کا معمول تھی اور آپ کا بہت عقیدت مند تھا۔اس سنار کی دو دکانیں تھیں ایک پنڈیشور ڈی بی سی موکا میں اور دوسری دکان کیندرا میں تھی۔ایک دن یہ حسب معمول اپنی کیندرا والی دکان کھولنے گئے تو کیا دیکھا کہ دکان کے تالے ٹوٹے

پڑے ہیں اور تجوری کا دروازہ ٹوٹا ہوا ہے اور سارا مال غائب ہے یہ دیکھ کر بے حد افسوس ہوا اور مایوس ہو کر گھر لوٹ آئے اور سوچنے لگے کہ آج زندگی بھر کی کمائی لٹ گئی اسی اثنا میں انہیں خیال آیا کہ اس حادثہ کی اطلاع حضور فدائے ملت کو دیتا ہوں۔ اس وقت حضور فدائے ملت اسلام پور میں نہیں تھے بلکہ مراد آباد میں تھے سنار نے آپ کو مراد آباد میں فون لگایا اور حضرت کو پوری روداد سنا کر کہا حضور میرا سب کچھ لٹ گیا اور ڈاکو سب کچھ لوٹ کر لے گئے۔ حضور فدائے ملت نے فرمایا کہ غم نہ کرو کسی تجوری کے مستری کو لے جار کیندرا والی دکان پر جاؤ اور ساتھ میں ایک پیاز لیتے جانا دکان پہنچ کر پیاز کی پرتوں کو اتارنا ایک ایک کر کے ساری پیاز کو چھیلنا جب سارے چھلکے الگ ہو جائیں تو دکان کے باہر جا کر انہیں جلا دینا پھر دکان میں جانا جہاں تجوری لگی ہوئی ہے اس کے چھ نٹ ٹوٹے ہوئے ہیں صرف دو نٹ باقی بچے ہیں انہیں پر تجوری رکی ہے (یہاں یہ واضح رہے کہ فدائے ملت یہ سب مراد آباد سے بیٹھے ہوئے ہی بتا رہے ہیں اور واقعہ بنگال کا ہے) سنار نے ایسا ہی کیا اور مستری کو لیکر دکان میں پہنچا مستری نے دیکھا تو واقعی چھ نٹ ٹوٹے پڑے ہیں اور دو نٹ سلامت ہیں۔ اروند کمار نے اشکبار آنکھوں سے بتایا کہ حضرت نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی نکلا جو زیورات اور رقم میں نے باہر رکھی تھی چور اسے لے گئے تھے اور باقی رقم میں نے جو اندر رکھی تھی وہ ان دو نٹوں کے اندر چھپی ہوئی تھی اور زیادہ رقم وہی تھی جو اندر تھی اس طرح میں ایک بڑے نقصان سے باز رہا۔

مذکورہ بالا کرامتیں تو صرف ایک نمونہ ہیں ورنہ تو ایسے کتنے افراد ہیں جو اپنے اپنے معاملات بتاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور فدائے ملت اللہ رب العزت کی جانب سے اس مقام پر فائز تھے جہاں سالک کی توجہ سے بہت ساری چیزیں خود بخود منکشف ہو جاتی ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ فرمان رسول ہے مَن کانَ للہ کانَ اللہ لَہ۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ اور بے شک حضور فدائے ملت نے اپنے آپ کو رب کی رضا کے لیے وقف کر دیا تھا یہی وجہ تھی ہر دل میں ان کے لیے احترام تھا۔

حضور فدائے ملت کی مبارک زندگی کے بارے میں یہ چند سطور فقیر نعیمی نے محب گرامی وقار حضرت مولانا غلام مصطفی نعیمی کے محبت بھرے اصرار پر رقم کردی ہیں۔ یہ ان کی حضور صدرالافاضل اور خانوادۂ نعیمیہ سے بے لوث محبت وعقیدت کی روشن دلیل ہے کہ وہ لگاتار حضور صدرالافاضل، شہزادگان صدرالافاضل اور تلامذہ صدرالافاضل پر علمی وتحقیقی کام انجام دے رہے ہیں اور نعیمیات سے متعلق وہ تمام حقائق جو پردۂ خفا میں تھے ان کو علمی دنیا کے سامنے لاکر اپنی نسبت نعیمی کا سچا حق ادا کر رہے ہیں۔ حضور فدائے ملت پر یہ خصوصی ضمیمہ بھی اسی جذبہ خیر کے تحت منظر عام پر آیا میں مولیٰ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں اللہ عزوجل مولانا نعیمی کو حضور صدرالافاضل اور حضور فدائے ملت کے صدقے دین ودنیا کی برکات سے مستفیض فرمائے اور ان کے علم وعمل اور عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

OOOOO

مقناطیس Megnet

اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر قسم قسم کی دھات رکھی ہے، اس میں سے ایک دھات چمبک ہے، جو لوہے کی ایک قسم ہے۔ یہ لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور لوہے سے چپک جاتا ہے اور لوہے کے علاوہ دوسری کسی چیز سے نہیں چپکتا، اگر اس کے سامنے لکڑی، پتھر وغیرہ رکھے جائیں تو اس سے نہیں چپکتا، ذرا غور کیجئے کہ زمین سے نکلی ہوئی معمولی سی دھات میں ایسی طاقت کس نے رکھی ہے یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جس چیز میں جیسا چاہتا ہے ویسی خاصیت رکھتا ہے۔

oooooooooooooooooooooooooooooooooo

منقبت در شان فدائے ملت

ولایت کے رسالہ کے شمارہ ہے مظفر تو
جسے ڈھونڈھے یہ نظروہ نظارہ ہے مظفر تو
مراد آباد کے سید نعیم الدین کا بے شک
دلارا ہے دلارا ہے مظفر تو
جہاں بھی بیٹھ جائے وہاں ہوا انجمن قائم
خود اپنی ذات میں تنہا ادارہ ہے مظفر تو
ظفر کا عکس دکھتا تھا وہی ذات تھی تیری
نعیم الدین کی آنکھوں کا تارا ہے مظفر تو

نتیجہ فکر: فرقان احمد بسمل بھاگل پوری

حضور فدائے ملت: ایک جائزہ

تحریر: نبیرۂ صدر الافاضل حضرت مفتی سید بختیار الدین نعیمی المعروف شبلی میاں صاحب قبلہ

اللہ رب العزت نے سرکار مصطفی ﷺ کی ذات پاک پر باب نبوت بند فرما دیا لیکن اپنے بندوں کی رشد و ہدایت کے واسطے حضور سید عالم ﷺ کے نائبین یعنی علما و اولیاء کرام کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ اسی جماعت کے لیے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور۔ اللہ دوست ہے حامی ہے مددگار ان کا جو ایمان لائے اور ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے اور چلاتا ہے اجالوں کی طرف۔

نہ صرف ان کو بلکہ جہاں جہاں وہ چلے جائیں گے اندھیرے مٹ جائیں گے، ہدایت کا اجالا ہو جائے گا۔

اللہ والوں کی جماعت بھی دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ جماعت کہ اللہ کی عبادت میں اتنا مشغول ہو جائے کہ انہیں کسی دوسری چیز کی خبر ہی نہیں رہتی۔ جنگلوں میں، صحراؤں میں اور پہاڑوں میں چلے جاتے ہیں اور یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ دوسری جماعت وہ ہوتی ہے جو لوگوں کے درمیان رہ کر اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں اور مخلوق خدا کو نصیحت بھی کرتے ہیں اسی دوسری جماعت کی ایک کڑی کا نام مستجمع کمالات صوری و معنوی، جامع فضائل ظاہری و باطنی حضرت علامہ سید مظفر الدین نعیمی القادری علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات ہے۔

۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء کو اپنے عطر بیز وجود سے سرزمین مرادآباد کو مشرف و معطر فرمایا۔ مشہور زمانہ مفسر قرآن صاحب تفسیر خزائن العرفان امام الہند حضور صدر الافاضل اور حضور صدر العلما علامہ سید ظفر الدین نعیمی علیہما الرحمہ کی آغوش تربیت میں پروان چڑھے۔ حضور فدائے ملت کا سلسلہ نسب حسینی ہے اور آپ اپنے والد گرامی حضور صدر العلما جد کریم حضور صدر الافاضل کے واسطے سے سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتے ہیں اور یہاں سے آپ کا سلسلۂ نسب مولائے کائنات، حیدر کرار حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔ عالی نسب ہونے کے ساتھ ساتھ آپ اور آپ کے اجداد سب علم و عمل اور فضل و کمال میں یکتائے روزگار گزرے ہیں۔

پیدائش سے پہلے والدۂ محترمہ کا مبارک خواب:

حضور فدائے ملت کے برادر اکبر حضرت صوفی سید توثیق الدین عمر میں آپ سے کافی بڑے تھے۔ فدائے ملت کی پیدائش سے پہلے آپ کے کئی بھائی بہن کم عمری میں ہی انتقال فرما چکے تھے جس کی وجہ سے والدہ محترمہ کافی صدمے اور قلق میں رہتی تھیں، آپ کی ولادت سے پیش تر والدہ محترمہ نے ایک مبارک خواب دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے ہیں نورانی چہرہ، روشن آنکھیں ہاتھ میں تسبیح زبان پر ذکر الٰہی زرد لباس زیب تن ہے۔ فدائے ملت کی والدہ نے بڑے ادب کے ساتھ انہیں سلام کیا اور ایک جانب کھڑی ہو گئیں۔ ان بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی کیا بات ہے تم بڑی اداس ہو؟ تو فدائے ملت کی والدہ نے عرض کیا کہ حضور میری اولاد زندہ نہیں رہتی بس اسی وجہ سے میں پریشان رہتی ہوں۔ اس پر ان بزرگ نے ایک جانب اشارہ فرمایا کہ جا! اسے لے لے، والدہ محترمہ آگے بڑھیں اور اسے اٹھایا تو دیکھا اس میں گوشت کا ایک ٹکڑا تھا آپ نے خوش ہو کر اسے سینے لگا لیا اسی درمیان آنکھ کھل گئی فجر کی اذان ہو رہی تھی اٹھیں اور وضو کرنے کے بعد نماز ادا کی اور بعد نماز تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئیں۔ بعد تلاوت وظائف نعیمیہ میں مشغول رہیں اور فراغت کے بعد بڑی شدت سے اپنے خسر محترم حضور صدر الافاضل کا انتظار کرنے لگیں کہ آپ آئیں تو آپ کو خواب سنا کر اس کی تعبیر سماعت کریں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور صدر الافاضل کاشانہ میں تشریف لے آئے تو حضور فدائے ملت کی والدہ محترمہ نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا اور خواب کا پورا حال بیان کر دیا۔ حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے پدرانہ شفقتوں کے ساتھ فرمایا کہ بیٹی خواب میں آنے والے وہ بزرگ حضور وارث پاک علیہ الرحمہ تھے اللہ تمہیں ان کے صدقے بیٹا عطا فرمائے گا جو خود بھی زندہ رہے اور ہزاروں مردہ دلوں کو بھی زندہ فرمائے گا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد اس خواب کی تعبیر کی شکل

میں آپ کا شانہ صدرالافاضل میں تشریف لائے اسی لیے شاعر نے کہا ہے ع

فقیروں کی دعا تم ہو : غریبوں کی صدا تم ہو
کرم تم پر ہے غوث اعظم کا : شاہ وارث کی عطا تم ہو

نورانی ماحول میں پرورش:

آنکھ کھولی تو داداجان سرکار صدرالافاضل کا نورانی چہرہ سامنے تھا۔والد ماجد حضور صدرالعلما علامہ سید ظفرالدین نعیمی کا زہدوتقویٰ اور والدہ محترمہ کی عزت وشرافت نظروں کے سامنے تھی ۔فقیری درویشی،عبادت وریاضت،عزت وشرافت اور صبرواستقامت کے ماحول میں پرورش پائی۔اللہ ورسول کی باتیں سنیں ،پیغمبر اسلام اور بزرگان دین کے تذکروں میں اہل خاندان کو مستغرق پایا،علم وادب اور خلوص ومحبت جیسے پاکیزہ ماحول میں پروان چڑھتے ہوئے دل ودماغ روشن ومنوراور تابناک ہوگئے۔اسی لیے حضور فدائے ملت کی زندگی کا ہر لمحہ اطاعت خدااور عشق رسالت کی غلامی میں گزرا کیوں کہ بچپن ہی سے یہ ساری چیزیں گھٹی میں شامل تھیں۔جہاں رہے ہمیشہ دین کے فروغ میں لگے رہے،ہر مقام پر بزرگان دین کی تعلیمات کو عام کیا،مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں ہمیشہ کاوشیں فرمائیں غرضیکہ آپ کی پوری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل میں صرف ہوئی اور دعوت وتبلیغ کے کام میں ہمیشہ مصروف عمل رہے۔

عادات وخصائل:

حضور فدائے ملت بڑے اعلیٰ اخلاق وکردار کے مالک تھے ،بڑوں کی عزت،ہم عصروں سے محبت اور چھوٹوں پر ہمیشہ شفقت فرماتے۔آپ کا حسن اخلاق دیکھ کر اپنے ہوں یا بیگانے سبھی تعریف کرتے۔اخلاق کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ جسے ایک بار آپ کی بارگاہ میں باریابی کا شرف حاصل ہوجاتا آپ کے دام محبت کا اسیر ہوجاتا اپنے تو اپنے غیر بھی سرکار فدائے ملت کی چوکھٹ پر سر تسلیم خم کیا کرتے تھے یہ سب آپ کی اخلاقی قدروں اور کردار کی بلندیوں کا ثمرہ تھا۔

وصال پرملال:

امت محمدیہ کے غم میں ہمیشہ متفکر رہنے والی یہ عظیم ذات جس نے ہمیشہ دین متین کے پیغام کو عام کیا،اپنی ضرورتوں کو چھوڑ کر دوسروں کی ضرورتوں کو پورا کیا آہ!ملت کا غم اٹھانے والی یہ ہستی ۴،رجب المرجب ۱۴۲۱ھ کو سب کو روتا چھوڑ کر داعی اجل کے بلاوے پر رب کی مہمان ہوگئی۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آج بظاہر حضور فدائے ملت ہماری نظروں کے سامنے نہیں ہیں اس کے باوجود آپ اپنے کارناموں کی بدولت زندہ ہیں اور آپ کے روضہ مقدسہ سے لوگوں کو مرادیں ملتی ہیں اور حضور فدائے ملت کے فیضان سے لوگ سیراب ہوتے ہیں ۔ہماری دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب مصطفی جان رحمت ﷺ کے صدقے میں اور حضور فدائے ملت ومشائخ کرام سلسلہ قادریہ نعیمیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے صدقے ہم سب کو دینی ودنیوی مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔اے خالق ارض وسماء ہمارے اوپر حضور فدائے ملت کا فیضان ہمیشہ جاری وساری رکھ اور تادم آخر اپنی اور اپنے حبیب کی محبت کے ساتھ داعی اجل کو لبیک کہنے کی توفیق عطا فرما۔آمین بجاہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

OOOO

مکتبۂ نعیمیہ کے زیر اہتمام کتابوں کی اشاعت و ترسیل کے لیے

رضا پبلشنگ ھاؤس

کا قیام عمل میں آچکا ہے۔

رابطہ کیجیے:

Raza Publishing House

423،مٹیا محل،جامع مسجد،دہلی ۶

فون:011-23251926/ M: 9810044258

فدائے ملت حضرت علامہ سید مظفر الدین نعیمی: گلستان نعیم کے گل سرسبد

غلام مصطفیٰ نعیمی، مدیر اعلیٰ: سوادِ اعظم دہلی

مرادآباد اتر پردیش کا ایک مردم خیز شہر ہے۔ یہاں کی سرزمین نے ملک وملت کو بڑے انمول ہیرے عطا کئے ہیں۔ عہد مغلیہ ہی سے اس سرزمین میں علم وفضل، ایثار وسخاوت، جرأت وبہادری اور علم وادب کی آبیاری کرنے والے افراد جنم لیتے رہے ہیں۔ ان نامور افراد میں مجاہد آزادی حضرت مولانا کفایت علی کافیؔ، نواب مجّو خان، جگر مرادآبادی، نواب مہدی علی خاں ذکیؔ، مولانا محمد حسین تمناؔ، نواب شبیر علی خاں تنہاؔ جیسے اکابرین علم وادب اور بہادرانِ وطن شامل ہیں۔ لیکن ان تمام عظیم ناموں کے مابین ایک عظیم گھرانہ ایسا بھی ہے جو قریب دوصدی سے شہر مرادآباد کے لیے وجہ افتخار بنا ہوا ہے اور آج بھی اس خانوادے کے افراد اپنے کارناموں کی بدولت شہر کی عزت کو چار چاند لگا رہے ہیں۔ جو گھرانہ دوصدی سے پورے شہر کی شان بنا ہوا ہے وہ گھرانہ امام الہند فخر الاماثل حضور صدرالافاضل الشاہ سید محمد نعیم الدین قادری علیہ الرحمہ کا ہے۔ یہ خانوادہ مشہد ایران سے نقل مکانی کر کے ہندوستان آباد ہوا اور اس ملک کی آب وہوا کی محبت نے انہیں اپنا بنا لیا اور اس طرح ایرانی سادات کا یہ گھرانہ ہندوستان کا ہی ہو کر رہ گیا۔

حضور صدرالافاضل کے جدّ اعلیٰ حضرت مولانا سید کریم الدین آرزوؔ ہی پہلی علمی شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے خاندان کو علمی رفعت وبلندی کی جانب گامزن کیا۔ حضرت کریم الدین آرزو کا علمی قد بہت بلند وبالا تھا اور بڑے بڑے مشاہیر آپ کے شاگردوں میں تھے۔ مشہور مجاہد آزادی حضرت مولانا کفایت علی کافیؔ صرف ایک واسطے سے آپ کے شاگرد تھے۔ حضرت کافی کے استاذ نواب مہدی علی ذکیؔ حضرت آرزوؔ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ اسی گھرانے کے ایک نامور شاگرد جگر مرادآبادی بھی ہیں جو حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ کے والدگرامی وقار حضرت مولانا سید معین الدین نزہتؔ علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ گھرانہ شروع ہی سے علم وادب کی آبیاری کرتا چلا آرہا ہے۔ ہر دور میں بڑے بڑے افاضل زمانہ اس گھرانے سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں اور آج بھی یہ گھرانہ اپنی اسی روایت کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔

اس گھرانے کی نیک نامی اور شہرت اس وقت بام عروج پر پہنچ گئی جب اس گھرانے میں امام الہند حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے آنکھیں کھولیں اور تحصیل علم کے بعد اپنے خداداد علم وفضل، دوراندیشی ودوربینی، قائدانہ صلاحیت اور بلا کی ذہانت وفطانت سے سے اہل علم کے مابین "امام فکر وتدبر" بن کر ظاہر ہوئے۔ آپ کے علم وفضل کا ڈنکا پورے برصغیر میں مچا، آپ کے تلامذہ نے ہر شعبے میں گرانقدر خدمات انجام دیں اور آپ کے خانوادے نے بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علم وادب، شعر وسخن اور اصلاح معاشرہ کے فرائض بخوبی انجام دیے۔ اسی خانوادے میں چمن صدرالافاضل کے گل سرسبد فدائے ملت حضرت مولانا سید محمد مظفر الدین نعیمی علیہ الرحمہ نے آنکھیں کھولیں اور اپنے خاندان کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے کثیر خلق خدا کو فیض یاب فرمایا۔

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت حضور صدرالافاضل کے خلف اکبر صدر العلما حضرت مولانا سید ظفر الدین نعیمی سابق صدر ومتولی جامعہ نعیمیہ کے گھر ۹، ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ مطابق 1945ء میں ہوئی۔ ولادت کے بعد آپ کا نام خود حضور صدرالافاضل نے "محمد مظفر الدین" تجویز فرمایا۔ علمی گھرانوں کی روایت کے مطابق آپ کی رسم بسم اللہ خوانی ہوئی اور آپ نے حصول علم کا آغاز فرمایا۔ علمی گھرانے کے چشم وچراغ تھے، پورا گھرانہ علم وفن کی خوشبوؤں سے معطر تھا، اوائل عمر سے ہی ہر طرف علمی ضیاباریاں نظر آئیں اس لیے فطری طور پر اسی سانچے میں ڈھل جانا تھا مزید قدرت نے بڑی ذہانت وفطانت اور شوق علمی سے نوازا تھا اس لیے بڑی تیزی کے ساتھ علمی زینے طے کرتے رہے۔

بچپن کا ایک اہم واقعہ:

حضرت فدائے ملت علیہ الرحمہ خود اپنے والد حضرت صدر العلما

علیہ الرحمہ کے حوالے سے بیان فرمایا کرتے تھے کہ بچپن میں میری زبان میں لکنت تھی اور میں صحیح تلفظ کرنے سے قاصر تھا۔ایک بار جب میں کچھ بولنے کی کوشش کررہا تھا عین اسی وقت دادا حضور سرکارِ صدرالافاضل کاشانہ میں تشریف لے آئے جب مجھے لکنت کرتے دیکھا تو آپ نے بکمالِ محبت مجھے اپنے پاس بلایا، میں نے تعمیل حکم کرتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں حاضری دی، دادا حضور نے بڑی محبت سے مجھے آغوش میں لیا اور گود میں بٹھا لیا اس وقت آپ پان کھارہے تھے اور خوب صورت لبوں پر پان کی سرخی کا اثر صاف نظر آرہا تھا۔دادا حضور نے مجھے اپنی گود میں بٹھا کر اپنے پان کا کچھ حصہ منہ سے نکال کر مجھے کھلایا میں اس چبائے ہوئے پان کو فوراً ہی کھا گیا اس پان کا میرے حلق سے اُترنا تھا کہ میری بچپن کی لکنت جو کسی طور نہ جاتی تھی سیدی صدرالافاضل کے استعمال شدہ پان کھانے کی بدولت چند لمحوں میں ختم ہوگئی اور میں بالکل صاف اور درست بولنے لگا یہ تھی دادا حضور کی شفقت کہ آپ کو میرا اتنا خیال تھا، **ذالک فضل اللہ یو تیہ من یشاء۔**

[بروایت: نبیرۂ صدرالافاضل حضرت علامہ سید نجم میاں صاحب قبلہ]

فدائے ملت کے اس اقتباس پر ہم اتنا ضرور عرض کریں گے یقیناً ایک شفیق دادا کو اپنے پوتے سے بہت پیار ہوتا ہے، ہندی کی کہاوت ہے ''مول سے زیادہ سود پیارا ہوتا ہے'' اس کا مطلب لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ بیٹے سے زیادہ پوتا عزیز ہوتا ہے۔حضور صدرالافاضل نے بے شک اپنے عزیز پوتے فدائے ملت کی لکنت کو دور کرنے کے لیے اپنے پان کا کچھ حصہ ان کے منہ میں ڈالا مگر میرا وجدان یہ کہتا ہے محبوبانِ خدا صرف ''حال'' پر نظر نہیں رکھتے بلکہ ان کی نگاہ میں ''مستقبل'' کے معاملات بھی ہوا کرتے ہیں۔سیدی صدرالافاضل کی فراست مومنانہ مسلم رہی ہے، اسی لیے صدرالافاضل کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ میرا یہ پوتا بنگال کے سنگلاخ اور بنجر علاقوں میں عشق رسالت کے گلاب کھلائے گا اور پورے علاقے میں دین وسنیت کا بڑے پیمانے پر کام کرے گا اسی لیے آپ نے فدائے ملت کی زبان میں محض لکنت دور کرنے کے لیے ہی پان کا ٹکڑا نہیں ڈالا تھا بلکہ فدائے ملت کی زبان میں بے پناہ تاثیر پیدا کرنے کے لیے بھی اس عمل کو انجام دیا تھا۔

تعلیمی سفر:

حضور فدائے ملت علیہ الرحمہ نے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز حافظ نورالحسن صاحب کے پاس کیا اور اپنی لگن محنت اور ذہانت سے حافظ صاحب کا دل جیت لیا۔استاذ گرامی آپ سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ اگر کبھی آپ کو آنے میں تاخیر ہوجاتی تو استاذ خود گھر پہنچ جاتے اور بڑی محبت کے ساتھ اپنی گود میں اٹھا کر لاتے۔حافظ صاحب سے آپ نے ناظرہ قرآن پاک اور اردو وغیرہ کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد حضرت صدرالعلما مولانا سید ظفرالدین نعیمی علیہ الرحمہ نے آپ کو لال مسجد مرادآباد کے خطیب وامام حافظ پیارے صاحب کی درس گاہ میں داخل کرادیا۔یہاں آپ نے حفظ قرآن کریم اور تجوید کے ساتھ ساتھ عربی وفارسی کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھیں اس کے بعد صدرالعلما نے خود آپ کو تعلیم دینا شروع کیا۔صدرالعلما مولانا سید ظفرالدین نعیمی علیہ الرحمہ کو ''پرتوِ صدرالافاضل'' کہا جاتا تھا اس لیے اب فدائے ملت پر فیضان صدرالافاضل برس رہا تھا یہی وہ زمانہ تھا جب فدائے ملت کا ستارہ بلندی پر تھا اور والد گرامی کی درس گاہ سے علم وحکمت کے جام پر جام سینے میں انڈیلے جارہے تھے، اور صرف علم وحکمت ہی نہیں بلکہ معرفت وسلوک اور علم طب وغیرہ سے بھی نوازا جارہا تھا۔اس طرح یہ سلسلہ کئی سال چلا اس کے بعد آپ اعلیٰ عصری تعلیم کے لیے مسلم انٹر کالج مرادآباد میں داخل ہوئے اور میٹرک تک یہاں رہے بعدہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ چلے آئے یہاں آپ نے انٹرمیڈیٹ تک تعلیم حاصل کی۔

انٹر مکمل کرنے بعد آپ واپس مادر علمی ''جامعہ نعیمیہ'' چلے آئے اور یہاں سے دور فضیلت مکمل کرنے کے بعد دستار فضیلت حاصل کی۔تعلیم کا یہ سلسلہ یہاں پر ہی نہیں رکا بلکہ طب کی اعلیٰ تعلیم کی خاطر آپ نے مرکز طب وصحت لکھنؤ کا سفر کیا اور وہاں سے آپ نے طب کی اعلیٰ سند حاصل کی۔

بیعت وارادت:

آپ نے بیعت وارادت اپنے جد مکرم امام الہند فخر الاماثل حضور صدرالافاضل الشاہ سید محمد نعیم الدین قادری علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر کی اور ان کی نگاہ ولایت سے سینہ اسرار ومعارف کا گنجینہ بن گیا۔اس وقت تو کسی نے نہ جانا کہ دادا نے کیا دیا اور پوتے نے کیا

حاصل کی مگر بعد میں وقت نے شہادت دی کہ حضرت صدرالافاضل نے اپنے لائق وفائق پوتے کو اپنی خصوصی نوازشات سے اپنی خداداد صلاحیتوں کا امین بنادیا تھا۔

والد بزرگ وار حضرت صدرالعلما نے آپ کو خاندانی اجازت وخلافت سے نوازا اور خانوادۂ نعیمیہ کی تمام روحانی امانتوں سے بہرہ مند فرمایا۔صدرالعلما نے آپ کو تمام اورادووظائف اور عملیات کی بھی اجازت عطا فرمائی اور جو روحانی امانتیں حضور صدرالافاضل سے انہیں حاصل ہوئی تھیں وہ سب آپ نے اپنے لخت جگر فدائے ملت کو عطا فرما کر صدرالافاضل کی بے بہا امانتوں کا امین بنادیا۔

صدرالعلما کے وصال پر ملال کے بعد ۳مارچ ۱۹۷۳ء کو آپ کو صدرالعلما کا جانشین قرار دیتے ہوئے جملہ احباب سلسلہ قادریہ نعیمیہ اور اہل خاندان نے آپ کو مسند سجادگی پر فائز کیا یہ تقریب جامعہ نعیمیہ کے اندر منعقد کی گئی اور اس موقع پر آپ کی دستار بندی بھی گئی۔

عقد مسنون اور سلسلہ اولاد:

جب فدائے ملت عہد جوانی کو پہنچے تو اہل خانہ نے قصبہ موہان ضلع لکھنؤ کے ایک معزز فاروقی گھرانے کی نیک طینت اور شریف خاتون سے آپ کا عقد مسنون کرایا، جو رشتے میں آپ کی خالہ زاد ہوتی تھیں۔اللہ رب العزت نے اس رشتے میں بڑی برکتیں عطا فرمائیں اور حضور فدائے ملت کے گلشن میں خوب پھول مہکے۔

اللہ رب العزت نے آپ کو کثیر العیال بنایا تھا آپ نے اپنے پیچھے چھ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں۔شہزادگان کے نام اس طرح ہیں:

1۔شہزادۂ اکبر ناصر ملت حضرت علامہ سید عظیم الدین نعیمی، جو والد گرامی کے جانشین اور صاحب سجادہ کی مسند پر فائز ہیں۔

2۔نجم العلما حضرت علامہ سید نظام الدین نعیمی المعروف نجم میاں صاحب قبلہ

3۔پیکر اخلاص محترم صاحبزادہ سید فہیم الدین نعیمی

4۔خطیب ملت حضرت علامہ مفتی سید بختیار الدین نعیمی المعروف شبلی میاں صاحب

5۔صاحبزادہ سید محمد شہاب الدین نعیمی

6۔صاحب زادہ سید محمد فرحت الدین نعیمی

عادات واخلاق اور اتباعِ شریعت:

کسی بھی انسان کی سب سے بڑی خوبی اس کا اخلاق مند ہونا ہے اگر ہزاروں خوبیاں ہوں اور اخلاق نہ ہو تو بیکار ہے۔بداخلاق آدمی سے لوگ بچ کر نکلنے کو ترجیح دیتے ہیں اسی لیے حضور سید عالم ﷺ نے اخلاق حسنہ پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔اخلاق ہی وہ قوت مؤثرہ ہے جس کے ذریعے انسان بیگانوں کو بھی اپنا بنالیتا ہے اور بداخلاقی انسان کے اپنوں کو بھی دشمن بنادیتی ہے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خُلقاً۔ ایمان والوں میں سب سے زیادہ کامل الایمان وہ شخص ہے جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔(ترمذی شریف)

اس پیمانہ کو معیار بناتے ہوئے جب ہم حضور فدائے ملت کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو آپ کی زندگی احادیث رسول کی عملی تصویر نظر آتی ہے۔لوگوں سے ملتے وقت خوش خلقی سے پیش آنا اور سب کو محبت سے توجہ دینا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔آپ کے حلقے میں بیٹھنے والے افراد بتایا کرتے ہیں کہ آپ کی بارگاہ میں امیر وغریب کے مابین کوئی فرق نہیں تھا۔آج کل کے دنیادار پیر امیر مریدوں کو بڑی جلدی باریابی کا شرف عطا فرماتے ہیں اور جب غریب مرید آتے ہیں تو ''حضرت کی طبیعت ناساز'' ہے کا رٹارٹایا جملہ سننے کو ملتا ہے مگر فدائے ملت ساری زندگی ایثار ومحبت اور خوش اخلاقی کے پیکر بنے رہے آپ نے امیروں کو نہیں بلکہ ہر آنے والے کو اپنی محبت وخلوص سے نوازا۔خود فقیر نعیمی نے بنگال کے ایک سفر کے درمیان اس امر کا مشاہدہ کیا ہے، ضلع بردوان میں ایک چھوٹی سی بستی ہے ''سری پور'' یہاں فدائے ملت کے مریدوں کی ایک اچھی بڑی تعداد موجود ہے جن میں امیر وغریب سبھی طرح کے افراد ہیں لیکن آپ ہمیشہ سے ہی ایک انتہائی عقیدت مند مرید جناب سلیم نعیمی کے مکان پر ہی فروکش ہوتے رہے حالانکہ سلیم نعیمی صاحب کا ''مکان بڑا سادہ اور چھوٹا ہے'' مگر ''ان کا دل بڑا اچھا اور بڑا ہے'' اسی لیے فدائے ملت تادم وصال جب بھی سری پور آتے سب سے پہلے سلیم بھائی کے مکان پر ہی جلوہ فرما ہوتے حالانکہ دیگر مریدین کے مکانات بڑے عمدہ اور کشادہ ہیں مگر فدائے ملت سب سے پہلے سلیم بھائی کے مکان پر

ہی تشریف فرما ہوتے بعد میں دیگر مریدین میں جاتے ،شہزادگان فدائے ملت بھی اپنے والد بزرگ وار کی اس سنت کو قائم رکھے ہوئے ہیں اور کیوں نہ رکھیں کہ ان کی رگوں میں بھی فدائے ملت کا خون دوڑتا ہے اور گھٹی میں ''نعیمی تربیت کا فیضان'' شامل ہے۔

فدائے ملت کی زندگی کا روشن پہلوان کا عامل شرع اور متبع سنت ہونا بھی ہے۔آپ ادائے شریعت میں بڑے مستعد رہتے تھے۔سفر ہو یا حضر نماز کی پابندی لازمی تھی ،فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ سنن مستحبات اور نوافل کا بھی کثرت سے اہتمام فرماتے تھے اپنے مریدین کو بھی نمازوں کی ترغیب دلاتے اور رب تعالیٰ کی نافرمانی پر انہیں وعیدات سناتے تاکہ وہ خدا کا خوف دل میں پیدا کریں۔

حقوق کی ادائگی کا بڑا خیال فرماتے اہل خانہ ہو یا اہل خاندان، دوست واحباب ہوں اساتذہ کرام ہر ایک کے حق کو خوب پہچانتے اور اس کو نبھاتے بھی۔خانقاہ نعیمیہ دبراج پور میں بھی خانقاہ سے متصل مسجد بنائی اور پانچوں وقت مسجد میں باجماعت نماز ادا فرماتے۔آج کل پیر حضرات مسجدوں کی بجائے آرام گاہوں پر ہی نماز ادا کرنے کو ترجیح دینے لگے ہیں مگر فدائے ملت کا معمول تھا کہ وہ مسجد کی حاضری ہی پسند کرتے تھے اور کیوں نہ کرتے ان کے جدِّ امجد سید عالم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:روئے زمین میں اللہ کو سب سے زیادہ پسند مسجدیں ہیں۔اور ایک بندے کی زندگی کا مقصد اور ماحصل رب کی رضا ہے تو جب رب کو سب سے زیادہ مسجد پسند ہے تو بندے کو بھی مسجد سے پیار ہونا چاہیے اسی لیے فدائے ملت کو مسجد کی حاضری بڑی محبوب ومرغوب تھی اور اپنے مریدین کو بھی مسجد کی حاضری کا شوق دلایا کرتے تھے، آج بھی خانقاہ میں نماز کے وقت مسجد نمازیوں سے پر ہو جاتی ہے کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا جب مسجد نمازیوں سے پر نہ ہوتی ہو یہ سب فدائے ملت کی عمدہ تربیت کا نتیجہ ہے۔آپ کی تربیت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ کا کوئی مرید شرف ملاقات کے لیے حاضر ہوتا تو اہل خانہ کی مزاج پرسی کے بعد یہ ضرور معلوم کرتے کہ نمازوں کی پابندی کر رہے ہو کہ نہیں؟اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ نماز کی پابندی نہیں ہو رہی تو آپ کافی زجرو توبیخ کرتے اور فرماتے کہ نماز افضل العبادات ہے ترک نماز کرو تو مرید ہونے سے کوئی فائدہ نہیں تزکیہ نفس عبادت چھوڑ کر نہیں ہو سکتا۔

مرادآباد سے بنگال آمد:

مرادآباد عہد مغلیہ میں آباد ہوا اور تب سے لے کر آج تک یہ شہر تعلیم وفن ،صنعت وحرفت اور اسباب آسائش وسہولت کا بڑا مرکز رہا ہے۔حضور فدائے ملت ایسے ترقی یافتہ شہر کو چھوڑ کر بنگال کے اس دور افتادہ خطے میں کیوں آئے جہاں ضروریات زندگی کے سامان بہت کم تھے۔آج بھی وہ علاقہ مرادآباد سے ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے ہے تو آخر وہ کون سی وجہ تھی جس نے مرادآباد کے گود میں پلنے والے شہزادے کو ایک سنگلاخ وادی میں اترنے پر مجبور کر دیا؟اس کا جواب بڑا سادہ اور سیدھا ہے کہ مرادآباد علمی اعتبار سے بڑا زرخیز تھا علما کا جم گھٹ ہمیشہ رہتا، بڑے بڑے صاحبان علم اور مشائخ طریقت یہاں جلوہ فرما ہوتے رہتے ہیں جب کہ بنگال کا یہ علاقہ علما ومشائخ کی آمد سے خالی تھا یہاں کے لوگوں کی دینی حالت ناگفتہ بہ تھی یہاں کے مذہبی حالات دیکھ کر آپ تڑپ اُٹھے اور کیوں نہ تڑپتے کیوں کہ وہ اس گھرانے کے چشم و چراغ تھے جو دین کی خاطر مصائب کو گلے کا ہار سمجھتا رہا ہے بقولے

کانٹا لگے کسی کو تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

تو جو اہلِ بیت رسول کسی کی جسمانی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے وہ کسی کا ایمانی نقصان کیوں کر گوارا کر سکتے تھے؟بس اسی وجہ سے یہاں کے لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر آپ نے اپنے عیش وآرام اور جائے سکونت کو چھوڑ کر ان لوگوں کو دین مصطفی پر عامل بنانے کے لیے اسی علاقے کو اپنا مسکن بنالیا اور آج آپ کی مساعی جمیلہ کی بدولت یہ علاقہ رشک گلزار بنا ہوا ہے۔

شہزادۂ فدائے ملت حضرت علامہ سید نظام الدین نعیمی المعروف نجم میاں صاحب قبلہ بیان فرماتے ہیں:

''۱۳۶۳ھ میں حضور فدائے ملت کے والد گرامی حضور صدر العلما علامہ سید ظفر الدین نعیمی علیہ الرحمہ بسلسلہ اشاعت دین و سنیت ضلع بردوان کے قصبہ رانی گنج تشریف لائے ہوئے تھے جہاں اسلام پور دبراجپور کے لوگ بھی موجود تھے یہ لوگ آپ کے ذاتی محاسن، عبادت وریاضت،زہد وتقویٰ اور اخلاق وادب کی شہرت سن کر آپ کے گرویدہ ہو گئے تھے۔انہیں افراد نے آپ کو دبراج پور چلنے کی دعوت

پیش کی آپ نے ان کی دعوت منظور کرتے ہوئے یہاں تشریف لے آئے۔اس وقت اسلام پور دبراج پور کے حالات نہایت بدتر تھے پورا علاقہ جہالت کا مرکز بنا ہوا تھا۔یہاں کے مسلمان شادی بیاہ کی تقاریب میں غیر اسلامی رسومات کو انجام دیتے، مسائل دینیہ تو کجا شاید سو میں ایک آدمی ایسا مشکل سے ملتا جو قرآن پڑھنا جانتا ہو حضور صدر العلما نے جب یہ حالات دیکھے تو آپ کو مسلمانوں کی زبوں حالی پر ترس آ گیا اور آپ نے ان سب کو راہ راست پر لانے کا کام اپنے ذمہ کرم پر لے لیا۔۔۔۔آپ نے یہاں خانقاہ نعیمیہ کی بنیاد رکھی۔۔۔۔۔حضور صدر العلما کے بعد حضور فدائے ملت علیہ الرحمہ بھی اس علاقے میں گاہے بگاہے مرادآباد سے تشریف لا کر تبلیغ وارشاد کا فریضہ انجام دیتے رہے اور انہیں یہ علاقہ اتنا راس آ گیا کہ مستقل طور پر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔''

مسلکی تصلب:

حضور فدائے ملت علیہ الرحمہ کا تعلق اس خانوادے سے ہے جس نے ہمیشہ دین ومذہب کی تبلیغ واشاعت میں زندگیاں گزاریں۔دین کے معاملے میں اس خانوادہ نے کبھی مداہنت نہیں کی بلکہ ڈنکے کی چوٹ پر اسلامی احکام کی اشاعت وتبلیغ کی اور اس راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کبھی پرواہ نہیں کی۔اپنے خانوادے کی روایت کے مطابق حضور فدائے ملت بھی مذہبی ومسلکی معاملات میں انتہائی متصلب اور پختہ تھے اور اپنے مریدین کو بھی دین ومسلک پر تصلب کی تعلیم دیا کرتے تھے۔کچھ لوگ ہر دل عزیزی کی خاطر حق بیانی سے چشم پوشی کرتے اور مداہنت سے کام لیتے ہیں مگر فدائے ملت نے کبھی ہر دل عزیزی کے لیے مداہنت سے کام نہیں لیا بلکہ جو لوگ سید عالم ﷺ اور اولیائے دین کے گستاخ ہوتے ان سے تعلق رکھنا تو دور آپ ان سے کلام بھی نہ فرماتے مسلک حق یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے قائم رہنے کی تاکید فرماتے اور اس سلسلے میں کسی سمجھوتے کے قائل نہیں تھے آج کل کے پیران کرام کو فدائے ملت کے اس مبارک طرز عمل کو اختیار کرنا چاہیے۔

تعلیمی اُمور میں فدائے ملت کے کارہائے نمایاں:

حضور فدائے ملت نے اس گھرانے میں آنکھیں کھولی تھیں جہاں در ودیوار سے علم وفن کی صدائیں آتی تھیں۔جو گھرانہ دوصدی سے اہل علم وفن کا مرجع ومنبع بنا ہوا تھا، جہاں بڑے بڑے صاحبان علم اپنی علمی تشنگی بجھانے آتے تھے۔تو جس بچے نے ایسے علمی ماحول میں پرورش پائی ہو علم کی قدر وقیمت اس سے بہتر کون جان سکتا ہے؟ یہی وجہ تھی کی فدائے ملت نے تبلیغ وہدایت، وعظ ونصیحت کے ساتھ ساتھ علم دین کی اشاعت وضرورت پر سب سے زیادہ دھیان دیا اور اس علاقے کے اطراف وجوانب کے حالات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے میں وعظ ونصیحت کے ساتھ ساتھ تعلیم کی طرف خاص دھیان دیا کیوں کہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ جو فوائد مدارس سے ہوتے وہ دیر پا اور زود اثر انداز ہوتے ہیں، ان سے کئی نسلیں استفادہ کرتی ہیں اور تعلیم ہی کسی معاشرے کی بقا کی ضامن ہوتی ہے۔ایک نظر فدائے ملت کی تعلیمی خدمات پر ڈالتے ہیں، آپ نے جن مدارس کو قائم فرمایا ان کی قدرے تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) مدرسہ نعیمیہ ظفر العلوم، اسلام پور دبراج پور مغربی بنگال۔
(۲) مدرسہ اہل سنت نعیمیہ رضویہ، چھٹ جوڑ ضلع بانکا (بہار)
(۳) مدرسہ قادریہ نعیمیہ، کانتوڑ ضلع بیر بھوم (بنگال)
(۴) مدرسہ نعیمیہ، رسول پور، ضلع بیر بھوم (بنگال)
(۵) مدرسہ نعیمیہ غریب نواز، گڑھی ضلع جموئی (بہار)
(۶) نعیمی لائبریری، سری پور ضلع بردوان (بنگال)

یہ ان اداروں کی تفصیل ہے جنہیں فدائے ملت نے اپنے جد امجد حضور صدر الافاضل سے ترغیب حاصل کرتے ہوئے قائم کیا آج بھی ان اداروں سے تین بڑے صوبوں بنگال، بہار اور جھارکھنڈ کی عوام اپنی دینی پیاس بجھا رہی ہے اور خانقاہ نعیمیہ سے اصلاح وتبلیغ کا کام بھی بڑے پیمانے پر چل رہا ہے۔

وصال پر ملال:

جس ہستی نے تبلیغ اسلام کی خاطر اپنے وطن عزیز کو چھوڑ کر ایک سنگلاخ زمین کو اپنا مسکن بنایا اور تمام طرح کی عیش وطرب کو بھول کر مصائب وآلام اٹھا کر لوگوں عقائد واعمال کی اصلاح کے لیے زندگی وقف کر دی آہ! وہ وقت بھی قریب آیا جب اس عظیم ذات نے اپنے خالق ومالک سے ملنے کے لیے رخت سفر باندھ ہی لیا۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

فدائے ملت صدر الافاضل کے سچے جانشین

مفتی فراغ احمد خان نعیمی، پرنسپل دار العلوم فلاح دارین، سوار ضلع رامپور

مفسر قرآن کریم، خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے افکار و خیالات جماعت اہل سنت کا گرانقدر سرمایہ ہیں۔ لیکن اپنوں کی بے حسی کہیں یا وقت کی سرد مہری کہ اتنی عظیم المرتبت شخصیت پر شایانِ شان کام نہیں ہوسکا۔ خدا بھلا فرمائے برادرِ مکرم عزیز دوست اور نازش نعیمیت حضرت علامہ مفتی غلام مصطفی نعیمی کا جنہوں نے ۲۰۱۱ء میں پوری نعیمی دنیا کی جانب سے کفارہ ادا کرتے ہوئے قریب ۷۰ سال سے بند پڑے ہوئے حضرت صدر الافاضل کے یادگار شمارے ''السواد الاعظم مرادآباد'' کو اپنی بے پناہ محبت اور زبردست کاوشوں کی بدولت ''سہ ماہی سواد اعظم دہلی'' کے نام سے جاری فرمایا اور اس کے بعد وقفے وقفے سے حضور صدر الافاضل کی حیات و خدمات کو گوشے اہل علم کی نگاہوں کی زینت بنتے رہے۔ ساتھ ہی ساتھ جامعہ نعیمیہ کے قابل افتخار فرزندوں کی علمی کاوشیں بھی نظر نواز ہوتی رہیں اور جو ایک بادل چھایا ہوا تھا وہ دور ہوا اور حقیقت کا اجالا ہر سو پھیل گیا۔ مجھے برادرِ موصوف کی زبانی یہ سن کر حد درجہ خوشی ہوئی کہ اس بار کے رسالے میں نبیرۂ صدر الافاضل حضرت فدائے ملت علامہ سید مظفر الدین نعیمی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر خصوصی ضمیمہ شائع ہوگا۔

حضرت فدائے ملت ایک ایسے گھرانے کے چشم و چراغ ہیں جہاں کی فضاؤں میں علم و فن کی ہوائیں چلتی ہیں اور جس گھرانے نے ہمیشہ ہی مخلوق خدا کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ فدائے ملت علیہ الرحمہ نے بھی اپنے آباواجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علم و فن کو عام کیا اور ساتھ ہی رشد و ہدایت کا بے مثال کارنامہ بھی انجام دیا۔ بنگال، جھارکھنڈ اور بہار واڑیسہ کا وہ علاقہ جہاں آسانی سے کوئی عالم و شیخ قدم رنجہ نہ ہوں ان دور افتادہ بستیوں میں فدائے ملت نے جاجا کر لوگوں کو علم دین سکھایا اور ان کی تعلیم کے لیے جابجا ادارے قائم فرمائے، ساتھ ہی ان کے اعمال کی اصلاح کی طرف بھی خصوصی توجہ فرمائی یہ آپ کی نگاہ کیمیا کا ہی اثر تھا کہ جو لوگ دین سے بہت دور تھے آج وہاں دین کی بہاریں نظر آتی ہیں، جہاں قرآن پڑھنے والا مشکل سے ملتا تھا آج وہاں حفاظ و قرا کی جماعتیں نظر آتی ہیں، جہاں جہالت کا بول بالا تھا وہاں آج اسلامی آثار کے جلوے نظر آتے ہیں اور یہ سب حضرت فدائے ملت کی انتھک کاوشوں کا ثمرہ اور آپ کی بے لوث قربانیوں کا صدقہ ہے کہ مذہبی اعتبار سے ایک بے آب و گیاہ علاقہ رشک گلشن بنا ہوا ہے۔

حضرت فدائے ملت چونکہ حضور صدر الافاضل کے شہزادۂ اکبر صدر العلما حضرت علامہ سید ظفر الدین نعیمی کے بڑے شہزادے ہیں اس لیے ان کو اپنے جد محترم حضور صدر الافاضل کی قربتوں کا بیش بہا حصہ ملا اور یقینا یہ صدر الافاضل کی شفقت و قربت کا ہی نتیجہ تھا کہ فدائے ملت نے اتنا فقید المثال کارنامہ انجام دیا۔

فدائے ملت نے اپنی مختصر سی عمر میں چھ شاندار ادارے، ایک بڑی لائبریری اور شاندار خانقاہ نعیمیہ کی بنیاد رکھی یقینا آپ کو صدر الافاضل کی قربتوں سے وسعت نگاہ، ژرف نگاہی اور خدمت خلق کا وافر حصہ ملا تھا اس لیے آپ نے تمام گوشوں پر اپنی توجہ مبذول فرمائی۔ تعلیم اصل سرمایہ ہے اس لیے تعلیمی ادارے قائم فرمائے، اہل علم کو تحقیق و تلاش کے لیے کتابوں کی ضرورت پیش آتی ہے، ہر انسان کتابوں کو خریدنے کی وسعت نہیں رکھتا اور نہ ہی ہر ایک بڑے شہر جا کر مطالعہ کرنے کی زحمت اٹھا سکتا ہے اس لیے آپ نے ایک چھوٹی سی بستی میں ایک شاندار لائبریری قائم فرمائی تاکہ اہلِ علم کو کسی طرح کی کوئی پریشانی نہ اٹھانا پڑے۔ عوام الناس کی اصلاح بھی بہت ضروری امر ہے نہ تو مستقل ادارے میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں کہ فکر معاش میں الجھے ہوتے ہیں اور نہ ہی بے چارے لائبریری سے کوئی استفادہ کر سکتے ہیں اس لیے فدائے ملت نے ان کی اصلاح کی خاطر خانقاہ کی بنیاد رکھی اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک نباض حکیم کی طرح فدائے ملت کی نگاہ قوم مسلم کے ہر مرض پر تھی اور آپ نے سب کے لیے مفید نسخے تجویز فرمائے اور آج فدائے ملت ضرور ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہیں مگر ان کا فیض آج بھی بدستور جاری و ساری ہے اور مخلوق خدا کل بھی فیض یاب تھی اور آج بھی ان کے چشمہ کرم سے فیض یاب ہو رہی ہے۔

میں دل کی گہرائیوں کے ساتھ شہزادگان فدائے ملت حضرت علامہ سید عظیم الدین نعیمی و حضرت علامہ سید نجم میاں صاحب کی بارگاہوں میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتا ہوں جن کی علم دوستی کی بنیاد پر ایک علمی ضمیمہ منظر عام پر آرہا ہے، یقینا علمی گھرانوں کے فرزندوں کو ایسا ہی علم دوست ہونا چاہیے اور اخیراً اپنے محب مکرم مفتی غلام مصطفی نعیمی کو مبارکباد کہ ان کی شبانہ روز محنت ہر دن نعیمیت کا ایک نیا باب ہماری نگاہوں کے سامنے لا رہی ہے خدائے لم یزل اس ہمت مردانہ میں اور اضافہ فرمائے۔ آمین

تجلیاتِ فدائے ملت

مفتی اقبال احمد مصباحی نعیمی مدھو پور جھارکھنڈ

عمدۃ المتکلمین، سید المفسرین، زبدۃ المحدثین امام الہند حضور صدر الافاضل الشاہ سید محمد نعیم الدین قادری مرادآبادی کی عبقری شخصیت ذرا بھی محتاج تعارف نہیں ہے آپ اپنے فضائل وکمالات اور کارناموں کی بنیاد پر ایسے ہی چمک رہے ہیں جس طرح آفتاب نصف النہار وسط آسمان میں درخشاں ہے۔

آپ کے خاندان کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ اس کا ہر فرد علم وعمل اور زہد وورع کا تاجدار نظر آتا ہے۔ صدر الافاضل کے والد ایک متبحر عالم دین اور نامور شاعر تھے آپ کے دادا بھی ایک زبردست عالم اور اور شعر وسخن کی دنیا کے استاذ تسلیم کیے جاتے تھے گویا آپ کا گھرانہ اس شعر کا مصداق ہے۔ع

این خانہ ہمہ آفتاب است

الغرض جس گھر کا ہر ہر فرد نسلاً بعد نسلٍ علم وعمل اور نجابت وشرافت میں یکتائے روزگار نظر آتا ہے اسی مقدس خانوادے کے گلشن میں ایک اور گل خوش رنگ کا اضافہ ہوا یعنی حضور صدر العلما علامہ سید ظفر الدین نعیمی علیہ الرحمہ کے گھر میں حضور فدائے ملت کی ولادت ہوئی جس کی خوش خبری سرکار دیوہ تاجدارِ ولایت حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ قبل ولادت ہی دے چکے تھے۔ ان کا نام سید مظفر الدین نعیمی رکھا گیا جو آگے چل کر اقلیم علم وفضل کا تاجدار، باغ زہد وورع کی بہار، شریعت وطریقت کی بحر ذخار، ولایت وکرامت کا بحر ناپیدا کنار اور میدان علم وعمل کا شہ سوار بن کر افق عالم پر چمکے اور اپنے کارناموں کی بنیاد پر فدائے ملت کے لقب سے مشہور ہوئے۔

علم طب میں آپ کی مہارت: حضور فدائے ملت چونکہ مذہبی گھرانے کے لاڈلے تھے جہاں مذہب کی تعلیم ان کی گھٹی میں تھی مزید آپ نے اساتذہ جامعہ نعیمیہ بالخصوص اپنے والد گرامی وقار حضرت علامہ سید ظفر الدین نعیمی علیہ الرحمہ سے خصوصی درس حاصل کیا اور دستار فضیلت سے نوازے گئے لیکن ساتھ ہی ساتھ آپ نے اعلیٰ عصری تعلیم بھی حاصل کی اس کے لیے آپ نے مرادآباد سے لے کر علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کا تک کا سفر طے کیا بعدہ طب کی اعلیٰ تعلیم کے لیے لکھنؤ تشریف لے گئے جہاں آپ نے اس فن میں بھی کمال حاصل کیا۔

علم طب میں آپ کی مہارت ضرب المثل تھی۔ بہت سے ثقہ راویوں کا بیان ہے کے بے شمار ایسے مریض بھی آپ کی بارگاہ میں آتے جو بڑے بڑے ڈاکٹرز اور میڈیکلز کے چکر لگاتے لگاتے ان کے چپلیں گھس گئیں لیکن حالت یہ تھی کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

مگر جب فدائے ملت نے اپنی تیار کردہ دوائیاں انہیں دیں اور ان کا علاج شروع کیا تو وہی لوگ حیرت انگیز طور پر صحت مند ہو گئے جو مریض ویلور جیسی جگہ سے ٹھیک نہ ہو سکے وہ بھی آپ کے علاج سے روبہ صحت ہو گئے اب چاہے دنیا اسے فن طب میں آپ کی تبحر علمی کی روشن دلیل تصور کرے یا آپ کی کتاب کرامت میں ایک حسین باب کا اضافہ جو بھی شق اختیار کرے بہر دو صورت آپ کی عظمت مسلم ہے۔ مگر آپ نے فن طب کا استعمال کبھی پیشہ کے طور پر نہیں کیا بلکہ خدمت خلق کے طور پر کیا گویا دنیوی علم بھی آپ کی فیض صحبت سے دینی علم بن گیا تھا۔

آپ کی دینی خدمات: حضور فدائے ملت علیہ الرحمہ جہاں زہد و تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے وہیں آپ معلم خیر اور داعی الی الحق بھی تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ اس دورِ پُر فتن میں بہت سے جہلا پیر بنے پھرتے ہیں جن کا مقصد حصول زر کے سوا کچھ نہیں ہوتا انہیں جہلا کو دیکھ کر ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا:

قم باذن اللہ جو کہتے تھے وہ رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

مگر آپ نے مسند بیعت وارشاد کو حصول زر کا ذریعہ کبھی نہیں بنایا۔ اگر آپ کا مقصد حصول جاہ ودولت ہوتا تو مرادآباد میں لاکھوں کی جائداد چھوڑ کر بنگال کی سرزمین کو کبھی اپنا مسکن نہ بناتے آپ کا غرض تو بس یہ تھا کہ مسلمان محبت خدا اور عشق مصطفی کی مئے کے سرشار ہو جائیں اور انہیں احکام

شریعت سے آگاہ کردیا جائے اور انہیں عبادت خداوندی کا سلیقہ آجائے۔

آپ کی کتاب زندگی کا یہ باب بڑا تابناک ہے کہ آپ نے دین حق کی تبلیغ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج میں بے شمار تکلیفیں برداشت کیں بڑے بڑے صبر آزما مراحل سے دوچار ہوئے مگر آپ کے پایہ ثبات کو کبھی لغزش نہ آئی۔ آپ کی بے لوث قربانیوں کا ہی ثمرہ ہے کہ بہار و بنگال اور جھاکھنڈ واڑیسہ کے مختلف علاقوں میں آپ کے مریدین کی کثرت ہے اور جن علاقوں میں آپ کے تبلیغی دورے ہوتے رہے وہ علاقے فیضان اعلیٰ حضرت اور فیضان صدرالافاضل سے سرسبز وشاداب ہیں، رشک لالہ زار ہیں اور وہابیت ونجدیت کے بادسموم سے کافی حد تک محفوظ ومامون ہیں۔

اخلاق حسنہ: حضور فدائے ملت بہت سے محاسن وفضائل کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ کے پیکر، نہایت متواضع، منکسر المزاج، حلیم الطبع تھے۔ اعمال کی طرح اخلاق میں بھی التزام سنت آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ مساکین پر رحم، غربا کی قدر، امراسے استغنا، سخاوت کا کمال، بخل سے ملال اور اہل تعلق کا خیال آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ ہر کسی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے آپ کا انداز گفتگو ایسا دل نشیں تھا کہ ہر کوئی آپ کی محبت کا اسیر ہوجاتا تھا۔ مہمان نوازی آپ کا محبوب مشغلہ تھا، آپ کے پاس امیر وغریب ہر طرح کے افراد آتے تھے مگر آپ کسی میں تفریق کے قائل نہ تھے ایک ہی دسترخوان پر سب کو مدعو کرتے اور خود بھی شریک ہوتے۔ اگر کوئی دعوت دیتا بخوشی قبول کرتے۔ اپنی مجلسوں میں کبھی کبھی مزاح سے بھی کام لیتے تھے مگر ایسا مزاح جس سے کسی کی دل شکنی نہ ہو محض انبساط قلب کا باعث ہو اور ایسا مزاح شریعت میں بھی محمود ہے۔ اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کے اخلاق کریمانہ کے معترف تھے البتہ گستاخانِ رسول سے میل جول آپ کو گوارا نہ تھا آپ الحب فی اللہ اور البغض فی اللہ کی حسین تفسیر تھے۔

خدمت خلق: حضور فدائے ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں اگر کوئی پریشان حال حاجت مند آتا تو آپ اپنی تمام تر مصروفیات سے کنارہ کش ہوکر اس کی دل جوئی اور تسکین کا سامان فراہم فرماتے۔ اس کے حق میں دعائیں مانگتے، تعویذ ونقوش عطا کرتے۔ آپ چونکہ روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اس لیے آپ کے نقوش وتعویذات بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوتے۔ بہت سے پریشان حال آپ کی تعویذ نویسی کی برکت سے گرداب بلا سے نکلے، بہت سے امراض کے شکار صحت مند ہوئے اور بہت سے لوگوں کو سحر وآسیب سے نجات ملی مگر جھاڑ پھونک اور تعویذ نویسی کو آپ نے کبھی اپنا پیشہ نہیں بنایا بلکہ یہ سب خدمت خلق کے طور پر کیا۔ اگر آپ چاہتے تو تعویذ نویسی پر اجرت لے سکتے تھے یہ شریعت میں جائز ہے مگر تقویٰ کے منافی ہے۔ تقویٰ کی معراج یہی ہے کہ تعویذ نویسی کی اجرت نہ لی جائے بلکہ خدمت خلق بہت بڑی عبادت ہے حدیث شریف کے الفاظ ہیں: خیر الناس من ینفع الناس۔ سب سے بہتر وہ انسان ہے جو لوگوں کو نفع دے۔ تو حضور فدائے ملت پورے طور پر اس حدیث کے عامل تھے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ع

طریقت بجز خدمت خلق نیست : بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست

اور اردو زبان میں اسی معنیٰ میں یہ شعر ہے:

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کم نہ تھے کچھ کروبیاں

الغرض حضور فدائے ملت بہت سارے اوصاف جمیلہ کے حامل تھے وہیں خدمت خلق کا جذبہ بھی آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

آپ کے معمولات: حضر تو حضر سفر میں بھی حضور فدائے ملت علیہ الرحمہ تمام نمازوں کو ان کے وقت میں ادا فرماتے تھے اور بعد نماز وظائف میں مشغول رہا کرتے تھے۔ وقت کا بڑا حصہ تلاوت قرآن اور درود خوانی میں صرف ہوتا۔ خانقاہ میں کثرت کے ساتھ محافل میلاد کا انعقاد کرتے جب کوئی نعت خواں نعت پاک کے اشعار پڑھتا تو آپ پر استغراقی کیفیت طاری ہوجاتی۔ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو محفل غوثیہ سجاتے، ماہِ محرم کی پہلی تاریخ سے عاشورے تک لگاتار دس دنوں تک شہدائے کربلا کی محفل آراستہ کرتے، اسی طرح حضرت خواجہ غریب نواز کی چھٹی شریف، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، حضور صدرالافاضل، حضور صدرالعلما اور دیگر بزرگانِ دین کے اعراس کے موقع پر مجلسیں سجاتے، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی اور لنگر کا اہتمام کراتے۔ آپ کے جملہ شہزادگان بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان محفلوں کو اب بھی نہایت ذوق وشوق کے ساتھ منعقد کرتے ہیں

جمالِ یار کی رعنائیاں بیاں نہ ہوئیں O بہت ہی کام لیا میں نے خوش بیانی سے

مجرم کون؟

تحریر محمد اسمٰعیل بدایونی

میرا بھتیجا جیسے ہی گھر میں داخل ہوا میں نے ''مولوی'' کے طنز کے ساتھ کہا: آؤ! بھئی مولوی صاحب! کہاں سے تشریف لا رہے ہو؟ میرے بھتیجے نے مجھے داخل ہوتے ہی سلام کیا: السلام علیکم! چچا جان نماز پڑھ کر آ رہا ہوں.

وعلیکم السلام! میں نے سلام کا جواب دیا اور کہا! اچھا بھئی یہ قوم اب صرف نماز ،قرآن تک ہی محدود رہ گئی ہے اسی لیے ترقی نہیں کر سکی۔ بھائی! اللہ کے بندے بنو، کچھ سائنس سیکھو، ٹیکنالوجی سیکھو. ان مولویوں نے ہمارے سارے ٹیلنٹ کو برباد کر کے رکھ دیا۔ جب تک یہ مولوی زندہ رہے گا یہ قوم ترقی نہیں کر سکے گی۔ دنیا چاند پر پہنچ گئی مگر یہ ابھی تک مسجد سے نہیں نکل سکا۔ برباد کر دیا انہوں نے اس قوم کو۔۔۔۔ اور اس کے ساتھ ہی میری مولویوں کے خلاف دل کی بھڑاس نکلنا شروع ہوگئی۔

میرے جی میں جو آیا میں بولتا رہا، میرا بھتیجا نہایت خاموشی کے ساتھ سنتا رہا۔

جب میں دل کی بھڑاس نکال چکا تو میرے بھتیجے نے نہایت ادب کے ساتھ کہا: چچا جان! ابھی کچھ اور کہنا باقی ہے؟ اس کی دل نشیں مسکراہٹ نے مجھے بھی مسکرانے پر مجبور کر دیا۔

چچا جان! دادا جان اکثر ایک واقعہ سُنایا کرتے تھے۔ میں آپ کو وہ واقعہ سُناتا ہوں۔

ایک اسکول میں ایک بچہ پڑھا کرتا تھا اس کا اصل نام تو اشرف تھا لیکن اس کی بھاری بھرکم جسامت کی وجہ سے لڑکے اس کا مذاق اُڑاتے اور اس کی کچھ شرارتوں کی وجہ سے سب اسے اچھو پہلوان ہی کہا کرتے تھے۔

-اچھو پہلوان کا مسئلہ یہ تھا کہ اسکول کا نلکا ٹوٹ جائے تو استاد صاحب انکوائری بعد میں کرتے اور پوچھتے اچھو پہلوان کہاں ہے؟ اور جیسے ہی اچھو سامنے آتا ڈنڈے سے شاندار پٹائی شروع کر دیتے۔ بعد میں معلوم ہوتا کہ وہ نلکا تو پلمبر سے ٹوٹا تھا۔ استاد صاحب کا پین نہیں ملتا تو اچھو کی شامت آجاتی اور اسے مرغا بننے کا حکم دے دیا جاتا۔ بعد میں معلوم ہوتا کہ یہ پین تو خود استاد صاحب نے میز کی دراز میں رکھا تھا۔ اور کلاس کے لڑکے بھی اتنے ہی ہوشیار تھے اگر کسی سے کوئی غلطی ہو بھی جاتی تو الزام اچھو کے سر ہی لگا دیتا۔ یوں اچھو پورے اسکول میں مشہور ہو گیا۔ ہر شرارت خواہ وہ کوئی بھی کرے الزام اچھو ہی کے سر آتا تھا۔ ایک دفعہ ایک بچے نے آ کر استاد صاحب کو بتایا کہ سر! باہر دو بسوں میں تصادم ہو گیا ہے کافی لوگ زخمی ہو گئے ہیں۔ اچھو نے جب یہ سنا تو خاموشی سے اُٹھا اور جا کر مرغا بن گیا۔

اُستاد صاحب نے دو لگائے اور کہا: باہر بندے مر رہے ہیں اور تجھے مسخریاں سوجھ رہی ہیں۔

اچھو نے بھول پن کے ساتھ کہا: استاد جی! آخر میں قصور تو اچھو ہی کا نکلے گا نا!

تو بس مولوی بھی اس معاشرے کا اچھو بن چکا ہے۔ ہر کوتاہی اسی کے کھاتے میں۔ ترقی نہ کر سکے مجرم کون؟ مولوی

ملک کرپشن کے سبب پیچھے جا رہا ہے مجرم کون ہے؟ مولوی

بے حیائی و عریانیت کے سبب ریپ کے واقعات میں ہولناک اضافہ مجرم کون؟ مولوی

سائنس میں مسلمان پیچھے رہ گئے مجرم کون؟ مولوی

لوگوں کو انصاف میسر نہیں آ رہا مجرم کون؟ مولوی

ہر جرم مولوی کے سر پر رکھ کر جاہلوں کے چوراہے پر جملوں کے تیروں اور پھبتیوں کے نیزے اور طعن و تشنیع کے نشتر سے مذہب اسلام کو چھلنی کرنا چاہتو تو کر دو ہم با اخلاق بھی رہیں گے اور با کردار بھی رہیں گے۔

کالجز اور یونیورسٹیز پر جو اربوں روپے خرچ کیے جا رہے ہیں وہ سائنٹسٹ پیدا کیوں نہیں کر رہے جب کہ مولوی نے تو یہ دعویٰ ہی نہیں کیا کہ وہ سائنٹسٹ بنا رہا ہے۔ حالانکہ سائنسدان ہونے کے دعوے دار۔ سائنسی ایجادات کے بجائے میڈیا پر اسلام کے خلاف ٹاک شو کرتے نظر آتے ہیں۔

ملک میں کرپشن کا ذمہ دار مولوی نہیں اس پر کوئی آواز نہیں۔ عدل وانصاف کی دھجیاں بکھر کر رہ گئیں ہر طرف خاموشی مگر سب خاموش۔

کوئی ایک بے وقوف احمق شخص محض ڈاڑھی رکھ کر گالیاں بک

دے تو سارا دن میڈیا اس جعلی عالم کی پٹائی دکھاتا رہتا ہے لیکن یہ ہی آزاد میڈیا لاکھوں انسان کی ممتاز قادری کے جنازے کی وڈیو نہیں دکھاتا۔

جہاں آپ کا میڈیا سارا دن ایک کھلاڑی کو ہیرو کے روپ میں پیش کرتا ہو جہاں ایک بچے کے ذہن میں آئیڈیل ایک کھلاڑی ہو وہاں نسل نو اسکالر، پروفیسر۔ڈاکٹر اور انجینیر بننے کے بجائے کھیل کو ترجیح دے گی۔۔۔ جہاں میچ جیتنے کی خوشی میں کھلاڑی کا شاندار اور فقید المثال استقبال کیا جاتا ہو اور جہاں ایک سائنس دان جو باہر ملک سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لے کر وطن واپس آئے اسے وطن میں نوکری ملی کہ نہیں اس کی کسی کو پرواہ بھی نہیں ہوتی۔

چچا جان! ایک بات پر غور کیجیے اگر ہم یہ کہیں کہ دیکھو! دنیا چاند پر پہنچ گئی اور یہ درزی آج بھی کپڑے سی رہا ہے تو آپ کو حیرت نہیں ہوگی؟ لیکن مولوی کا تذکرہ آجائے تو فوراً مولوی پر تنقید شروع۔ مولوی نے کب دعویٰ کیا کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی پر کام کر رہا ہے؟

یہ تنقید ان سائنسدانوں پر ہونی چاہیے جو سائنس پر تحقیق کے بجائے میڈیا پر آکر اسلام پر بات کر رہے ہوتے ہیں۔

چچا جان! ان کے نزدیک مسئلہ مولوی ہے ہی نہیں یہ تو لاکھوں لوگوں کو بھی دو چار سو کہہ کر نہیں دکھاتے، اکثریت کی بات تو محض ایک بہلاوا ہے۔اصل مسئلہ تو اسلام ہے اور اسلام کو بُرا کہنے کی یہ جرأت نہیں کر سکتے، اس لیے مولوی کو گالیاں دیتے ہیں۔

بھتیجے کی بات سُن کر میں واقعی شرمندہ ہوا اور سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ یہ کہہ تو صحیح رہا ہے۔ ہم ذمے داروں کے بجائے سارا ملبہ اسے بے چارے مولوی پر گرادیتے ہیں۔ جب تک ہم اخلاقی طور پر اتنے بلند نہیں ہوتے کہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہہ سکیں تب تک ہم کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

OOOOOO

سائنس کی ترقی یا۔۔۔ از: ابن جیلانی مدنی

''صحیح کہتے ہیں لوگ آپ کے بارے میں کہ ''مُلا کی دوڑ مسجد تک''، آپ کبھی اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد سے باہر نکلیں تو آپ کو پتہ چلے دنیا کیسی ترقی کر چکی ہے۔''

اپنے دوست کے ان الفاظ سے میرا سر شرم سے جھکا جا رہا تھا اور میں اس لمحے کو کوس رہا تھا جب فریڈ (والدین نے تو اس کا نام محمد فرید رکھا تھا، لیکن وہ خود کو فریڈ کہلواتا تھا) کے باغیانہ خیالات سن کر میں نے اسے اپنی مسجد کے پیش امام صاحب سے ملاقات کروانے کا فیصلہ کیا تھا۔ ابھی میں بحرِ شرمندگی میں ہی غوطہ زن تھا کہ فرید کی غصیلی آواز مجھے واپس کھینچ لائی: مولوی صاحب! چاند پہ کمند کی باتیں تو پرانی ہو چکیں اب تو مریخ پہ سائنس دان جھنڈے گاڑ چکے ہیں، D.N.A، کلوننگ وغیرہا وہ چیزیں ہیں جن کا نام بھی آپ مولوی لوگوں نے نہ سنا ہوگا۔ ایسی ترقی یافتہ سائنسی دنیا میں آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایک اَن دیکھے خدا پر ایمان لائیں This is impossible، کتنی عجیب بات ہے کہ میں کسی اَن دیکھی چیز کو اپنا خدا مان لوں، بلکہ میں تو جب تک دیکھ نہ لوں یہ مان ہی نہیں سکتا کہ اس کائنات کا کوئی خدا ہے۔ فریڈ اب خاموش بیٹھا امام صاحب کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

امام صاحب نے پاس رکھے اُگال دان میں پیک ڈالی اور کہنے لگے: ہاں بیٹا! واقعی تمہاری سائنسی دنیا بہت ترقی کر چکی ہے۔ زمین پہ زہر ایجاد کر کے دوسرے سیاروں پہ زندگی تلاش کر رہی ہے۔ زندہ انسانوں کو تو موت سے بدتر زندگی کا تحفہ دے دیا اور اب کلوننگ کے ذریعے مصنوعی انسان پیدا کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ لیکن بیٹا اتنی ترقی کا فائدہ جب کہ آپ سے گدھا ہی اچھا رہا۔

امام صاحب کی بات سُن کر فریڈ نے غصے سے پہلے مجھے پھر امام صاحب کو دیکھا اور بولا: مجھے پہلے ہی پتہ تھا، آپ مولوی لوگوں کو جواب نہیں آتا تو گالیاں دینے لگتے ہو۔ امام صاحب مسکراتے ہوئے کہنے لگے: رکو بیٹا! اتنے جذباتی مت بنو۔ پہلے میری پوری بات تو سن لو۔ اصل میں گدھا بھی جانتا ہے کہ ماننے یا جاننے کے لیے صرف دیکھنا کافی نہیں ہوتا بعض اوقات سننا بھی ان چیزوں کا فائدہ دیتا ہے، کبھی دور سے شیر کی دھاڑ سن کر سرپٹ بھاگے گا لیکن آپ جیسا احمق شخص وہیں کھڑا رہے گا کہ جب دیکھا نہیں ہوگا بھی نہیں۔

چلو گدھا چھوڑو یہ بتاؤ تمہارے سائنس دان ہوا کا وجود تو مانتے ہی ہیں حالانکہ اسے دیکھا تک نہیں، مطلب یہ نکلا میرے پڑھے لکھے جاہل بیٹے کہ ماننے کے لیے صرف دیکھنا ضروری نہیں Some Time سُن کر یا محسوس کر کے بھی آدمی جان سکتا ہے اور مجھے امید ہے کہ تم نظام کائنات میں غور کرو گے تو خدا کا وجود بھی محسوس کرو گے۔ اسے سنو گے بھی۔ ویسے بیٹا میری باتیں تمہیں سمجھ آئیں یا نہیں اللہ جانے لیکن تمہاری حالت دیکھ کر مجھے آج اقبال صاحب کا شعر ضرور سمجھ آ گیا

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم　　　کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

امام صاحب اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے اور مجھے فریڈ کے چہرے سے لگ رہا تھا اس نے محمد فرید کی جانب واپسی کا سفر شروع کر دیا ہے۔

خانوادۂ صدرالافاضل کے لعل و گہر حضور فدائے ملت

تحریر: نادر سہیل نوری رامپور

تاجدارِ اہل سنت حضور صدرالافاضل حکیم سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ ایک ایسے بطل جلیل ہیں جنہوں نے اپنی حیات ظاہری میں ملت اسلامیہ کی قیادت وسیادت کے فرائض کو حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیا۔حضور صدرالافاضل کی ان خوبیوں اور صلاحیتوں پر صرف عوام ہی نہیں بلکہ اس زمانے کے خواص بھی آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کے دل سے معترف تھے۔خود امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ بھی آپ کی خداداد صلاحیت کے اس درجہ معترف تھے کہ اپنی جگہ آپ کو ''وکیل مطلق'' بنا کر بھیجتے تھے۔یہ شرف بجز آپ کے کسی بھی تلمیذ وخلیفہ اعلیٰ حضرت کو نہ ملا کیوں کہ اعلیٰ حضرت بھی آپ کی قائدانہ صلاحیت اور دوراندیشانہ نظر کو خوب جانتے تھے اس لیے آپ کو صدرالافاضل کی ذات پر اعتبار کلی تھا۔مفتی محمد اعجاز رضوی بیان فرماتے ہیں:

''حضرت سلطان العلوم (صدرالافاضل) قدس سرہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ان ممتاز خلفا میں ہیں جنہیں سیدنا امام اہل سنت کے مزاج عالی میں بڑا دخل تھا اور سیدنا مجدد اعظم رضی اللہ عنہ ان کے مشوروں کو قبول بھی فرماتے تھے اور اظہار مسرت وشادمانی (بھی) فرماتے۔الطاری الداری کا مسودہ جب حضرت صدرالافاضل کو دکھایا گیا تو حضرت صدرالافاضل نے اس کے کثیر مضامین کے بارے میں درخواست کی کہ انہیں نکال دیا جائے۔سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بلا تامل انہیں قلم زد فرمادیا اور حضرت صدرالافاضل قدس سرہ سے یہ بھی نہیں فرمایا کہ تم نے یہ ترمیم کیوں پیش کی۔''

(مضمون: صدرالافاضل بارگاہِ رضا کے مقرب خاص۔مولانا توفیق نعیمی شیش گڑھی مشمولہ سوادِ اعظم دہلی اپریل تا جون 2012ء)

اس حوالے سے یہ بات ایک دم صاف وشفاف ہوجاتی ہے کہ حضور صدرالافاضل کا مقام کس قدر بلند وبالا تھا۔اسی خانوادے میں فدائے ملت حضرت علامہ حکیم سید مظفر الدین نعیمی نے حضور صدر الافاضل کے بڑے شہزادے صدرالعلما مولانا سید ظفر الدین نعیمی کے آنگن میں آنکھیں کھولیں۔فطری طور پر آباواجداد کی صلاحیتیں اور خاندانی ذہانت سے فدائے ملت کو بھرپور حصہ ملا جس کا واضح ثبوت ان کا علم وادب کی جانب قلبی میلان اور نمایاں کارکردگی ہے۔چار سال کی عمر میں بسم اللہ خوانی سے آغاز تعلیم کرنے کے بعد آپ نے اپنے جدِّ محترم کے لگائے گئے باغ مرکز علم وحکمت ''جامعہ نعیمیہ'' سے دستارِ فضیلت حاصل کر کے خانوادے کی علمی وراثت کو پختہ کیا۔

فدائے ملت جانشین صدرالافاضل:

فدائے ملت نے اپنے جد گرامی کی ذات والا سے بہت کچھ حاصل کیا۔بچپن میں ہی جب آپ کی زبان میں لکنت تھی اور آپ صاف نہیں بول پاتے تھے تو حضور صدرالافاضل نے آپ کے منہ میں اپنا چبایا ہوا پان کا تھوڑا سا حصہ ڈال دیا تھا جس سے آپ کی لکنت دور ہوگئی تھی۔لیکن اہل دل اس بات کی شہادت دیں گے اس عمل کا مقصد صرف لکنت دور کرنا نہیں تھا بلکہ ان کے قلب وجگر اور ان کی زبان کو اپنی شیرینی اور حلاوت عطا فرمانی تھی تا کہ سوز قلب سے دلوں کی دنیا میں انقلاب برپا کردیں اور زبان کی قوت سے احقاقِ حق کا فریضہ انجام دیں اور اس کی شیرینی سے بھٹکے ہوئے افراد کے دلوں کو راحت وسکون کے لمحات بخش کر انہیں بارگاہِ مولیٰ میں جھکا دیں۔

آگے چل کر واقعات نے اس کی تصدیق کردی کہ حضرت صدر الافاضل کے اس عمل کی برکت سے فدائے ملت کی قلب وزبان کی تاثیر نے مذہب وملت کو کس قدر فائدہ پہنچایا۔بنگال اور جھارکھنڈ کا وہ علاقہ جو ظاہراً پہاڑوں اور جنگلوں کا علاقہ ہے ان سخت علاقوں میں آپ نے لوگوں کے دلوں کی دنیا کو بدل کر رکھ دیا، غافلوں کو خدا کی بندگی کا درس دیا، دنیاوی رسوم کے دلدادوں کو سنت رسول کا شیدائی بنایا، نماز وروزہ سے غفلت برتنے والوں کو عبادت کا شائق بنا دیا، جو لوگ تلاوت قرآن کی برکتوں سے محروم تھے انہیں قرآن پڑھنا سکھا کر ان کے دلوں میں ذوقِ

تلاوت کو زندہ کیا یہ سب یقیناً صدر الافاضل کی نگاہ کیمیا کا اثر اور فیض خسروانہ کا صدقہ تھا جس نے مراد آب کی سرزمین میں پیدا ہونے والے ''مظفر الدین'' کو ''فدائے ملت'' بنا دیا۔ این سعادت بزورِ بازو نیست

عمر کم مگر کارنامے زیادہ:

ویسے تو امت محمدیہ کی اوسط عمر کم ہی ہے مگر فدائے ملت نے اوسط عمر بھی نہ پائی اور بہت جلدی اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے وقت میں اتنی برکت پیدا فرمائی کہ جن کاموں کے لیے عمرِ عزیز کا ایک بہت بڑا حصہ درکار تھا وہ آپ نے بہت قلیل مدت میں کر دکھایا۔ اپنے وطن اصلی مراد آباد سے ہزار کلومیٹر سے زائد دوری پر جا کر جہاں کی زمین، آب وہوا، عادات واطوار اور زبان سب کچھ الگ تھا ایسی سرزمین میں جا کر آپ نے علم وحکمت اور ارشاد وتبلیغ کے بے مثال کارنامے انجام دیے۔

آپ کے کارناموں میں سب سے اہم کارنامہ ان علاقوں میں علم دین کی بہاروں کو عام کرنا ہے۔ بھلا جس علاقے میں سو افراد میں مشکل سے کوئی قرآن جاننے والے ہوتا تھا آج فدائے ملت کی مساعی جمیلہ کی بدولت وہاں حفاظ وقرا اور علمائے کرام کی کثیر تعداد نظر آتی ہے۔ جو لوگ ہندوانہ رسم ورواج کے عادی تھے انہیں فدائے ملت نے اسلامی رسوم کا پابند بنایا، جہاں معاشرت پر غیروں کی چھاپ نظر آتی تھی وہاں آپ نے اسلامی رنگ معاشرت کو ان کی زندگیوں میں داخل کیا۔

فدائے ملت کے اخلاق وکردار:

عمدہ اخلاق انسان کی وہ خصلت ہے جس کی بنا پر انسان معاشرے میں عزت واحترام سے یاد کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے نبی ﷺ نے اخلاق پر بڑا زور دیا ہے آپ فرماتے ہیں:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ مکارم اخلاق کی تکمیل کر دوں۔ دوسرے مقام پر حضور ﷺ فرماتے ہیں:

اَکمل المئومنین ایماناً اَحسنھُم خُلقاً۔ ایمان والوں میں سب سے زیادہ کامل الایمان وہ شخص ہے جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔

اسی لیے علما ومشائخ سب سے زیادہ توجہ اخلاق پر دیتے ہیں کیوں اخلاق اچھے ہیں تو انسان اچھا ہے۔ اگر انسان عابد وزاہد ہے مگر اخلاقی اعتبار سے خراب ہے تو اس کی عبادت کسی کام کی نہیں۔

فدائے ملت اخلاق میں بھی سنت مصطفی کے پیروکار تھے اور سب سے بہت ملنسار اور خوش خلقی سے ملا کرتے تھے۔ حضرت کے مریدین بیان کرتے ہیں کہ خانقاہ میں سارے مریدین یہی سوچا کرتے تھے کہ حضور سب سے زیادہ لگاؤ اور محبت اسی سے فرماتے ہیں۔ آپ ہر آنے والے سے بڑی محبت سے پیش آتے ماحضر سے ضیافت فرماتے اور اگر کوئی کسی حاجت کے لیے آتا تو اپنے کاموں کو چھوڑ کر اس کے کام کو ترجیح دیتے۔

بندگانِ خدا کے کام میں مشغول ہونا اللہ کو بڑا پسند ہے ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جو بندہ اللہ کے بندوں کی خدمت میں لگا رہتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ اس بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے۔ اور بے شک فدائے ملت ہمہ وقت ملت کی خدمت کے لیے تیار رہتے تھے۔ آپ ایک اچھے طبیب اور حاذق حکیم بھی تھے مزید روحانیت کی دولت سے بھی مالا مال تھے اس لیے ہر آنے والے کی ہر طرح سے خدمت فرماتے۔ آپ نے پیشہ طبابت کو کبھی مال وزر کمانے کے لیے استعمال نہیں فرمایا بلکہ اس کا استعمال خلق خدا کی خدمت کے لیے کیا یہی وہ وجوہات تھیں کہ آپ قوم کے سردار بن کر ابھرے کہ کہا جاتا ہے: سید القوم خادمھم۔ قوم کی خدمت کرنے والا ہی قوم کا سردار ہوتا ہے۔

فدائے ملت اور اساتذہ کا ادب:

استاذ معاشرے کی تشکیل کا سب سے اہم ستون ہیں جو ایک ایسی نسل کو پروان چڑھاتے ہیں جس کی وجہ سے ایک صالح معاشرے کی تشکیل وجود میں آتی ہے۔ اسلام میں استاذ کی اہمیت بہت زیادہ بیان کی گئی ہے حضرت مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ جو مجھے الف بھی پڑھا دے وہ میرا استاذ ہے۔ یعنی مجھ پر اس کی تعظیم لازم ہے۔ فدائے ملت کا گھرانہ شروع ہی اہل علم وفن کا گھرانہ رہا ہے۔ اس گھرانے کے شاگردوں میں شہید آزادی مولانا کفایت علی کافی، مشہور شاعر جگر مرادآبادی، تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی، اجمل العلما مفتی اجمل شاہ سنبھلی اور (بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

قارئین کے خطوط

مکتوبات

فدائے ملت کی حیات وخدمات پر خصوصی ضمیمہ قابل تحسین اقدام

نبیرۂ صدرالافاضل حضرت علامہ سید محمد عظیم الدین نعیمی صاحب قبلہ

زیب سجادہ خانقاہ نعیمیہ مظفریہ اسلام پور براجپور بنگال

بسمہ تعالیٰ۔ ابھی ایک ماہ قبل خانقاہ نعیمیہ اسلام پور براجپور مغربی بنگال کے زیر اہتمام اور صدرالافاضل ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی کے بینر تلے 29فروری2016ء کو تحفظ اہل سنت ودہشت گردی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں الحمدللہ ملک بھر کی 12 نمایاں خانقاہوں کے سجادگان شریک ہوئے اور کثیر تعداد میں علمائے کرام نے بھی شرکت فرمائی۔ الحمدللہ کانفرنس امیدوں سے زیادہ کامیاب رہی۔ اور عوام اہل سنت نے بہت بڑی تعداد میں شرکت فرمائی۔

اسی کانفرنس میں فخر صحافت، عالم نبیل، فاضل جلیل محترم مولانا غلام مصطفی نعیمی صاحب کی بھی آمد ہوئی۔ خانقاہ نعیمیہ میں موجود علمائے اہل سنت، سنجیدہ افراد، دانشوران اور چند ایک مریدین کے ساتھ برادرِ محترم نبیرۂ صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا سید نجم میاں صاحب قبلہ نے کہا کہ اگر اس سال عرس نعیمی فدائے ملت کے حسین موقع پر سہ ماہی سوادِ اعظم دہلی کا خصوصی شمارہ آجائے جس میں حضور فدائے ملت کے احوال وآثار، حیات وخدمات اور ان کے زریں کارنامے جو ابھی عموماً سینہ بسینہ چلے آرہے ہیں ان کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرکے ان کو علما وعوام اہل سنت تک پہنچایا جائے تو ایک بہت بڑا بنیادی کام ہوجائے گا اور مستقبل کے قلم کار وخطبا کے ساتھ ساتھ اہل سلسلہ کے لیے بھی اپنے مرشد کی زندگی سے واقف ہونے کا بھرپور موقع میسر ہوگا۔

اس بات پر وہیں موجود مولانا غلام مصطفی نعیمی صاحب نے فوراً لبیک کہا اور فرمایا حضور! میں یہاں سے مرادآباد پہنچ کر اس کی تیاری شروع کرتا ہوں آپ بس فقیر کی سرپرستی اور دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں حضور فدائے ملت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے بعد مسلسل فون پر گفتگو ہوتی رہی اور الحمدللہ وہ مسرت وشادمانی کا دن آہی گیا کہ حضرت سید نجم میاں صاحب نے اطلاع دی کہ تمام تر مضامین زیر ترتیب ہیں اور کمپوزنگ کا کام فائنل مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔

یہ اطلاع ملتے ہی اس قدر مسرت ہوئی اور بے ساختہ دل سے مولانا غلام مصطفی نعیمی صاحب کے لیے دعائیں نکلیں۔ آفریں ہے اس ہمت مردانہ پر کہ ایک ماہ سے بھی قلیل مدت میں صاحبان قلم وقرطاس کو حضور فدائے ملت کی دینی وسماجی خدمات کو اور مکمل صاحب کشف وکرامات بزرگ اور ولی اللہ کی تاریخ اور ان کے احوال، ان کی شب وروز کی کارگزاریوں کے حوالے سے ساری چیزیں جمع کرنا اور اہل قلم تک پہنچا کر ان سے مضامین لکھوانا وہ بھی اتنے کم وقت میں! پھر اس کی کمپوزنگ طباعت اور دیگر دشوار مراحل سے ایسے گزر جانا یقیناً یہ شہزادۂ رسول نبیرۂ صدرالافاضل حضور فدائے ملت کی کھلی کرامت ہے۔ ورنہ اہل علم اور صاحبان قلم سے پوشیدہ نہیں ہے کہ کسی بھی شخصیت کے اوپر اتنی کم مدت میں خصوصی ضمیمہ نکالنا جب کہ اس کا نقش اول بھی موجود نہ صرف یادداشتوں پر اختصار وانحصار ہو حد درجہ مشکل اور دشوار ترین کام ہے۔

لائق مبارکباد ہیں حضرت مولانا غلام مصطفی نعیمی صاحب اور برادرِ مکرم حضرت علامہ سید نجم میاں صاحب قبلہ کہ جنہوں نے انتہائی برق رفتاری کے ساتھ سوادِ اعظم دہلی کا یہ خصوصی شمارہ ترتیب دیا اور اس کے ذریعے حضور فدائے ملت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے حضور فدائے ملت کے علمی، تبلیغی، ادبی اور تاریخی کارناموں عوام وخواص کے روبرو کیا۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کریم مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے صدقے مولانا غلام مصطفی نعیمی اور برادر مکرم حضرت سید نجم میاں صاحب قبلہ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور فیضان صدرالافاضل سے ہم سبھی پر جاری فرمائے۔ آمین ثم آمین

از پئے صدرالافاضل شیخ من بدرِ منیر
کیجئے امداد میری غوث اعظم دست گیر

فقیہ العصر حضرت **مفتی محمد ایوب خانصاحب نعیمی** پرنسپل وشیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ ومفتی اعظم مرادآباد

بارگاہِ الٰہی میں مقام کی بلندی تقویٰ سے ہے ارشاد ہے **اِنّ اکرمکم عنداللہ اتقاکم**۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔اور جب تقویٰ وپرہیزگاری کے ساتھ کسی کو شرف سیادت بھی حاصل ہوجائے تو سونے پر سہاگے کی مثال ہے،انہیں نفوس قدسیہ میں نبیرۂ صدرالافاضل فخرالاماثل مفسر قرآن خزائن العرفان بر ترجمہ کنزالایمان امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس اللہ اسرارہما،فدائے ملت حافظ وقاری حکیم حضرت مولانا سید مظفرالدین احمد میرے وجدان میں بابرکت ذات ہیں۔ اللہ نے آپ کے اندر اتباع سنت کا وافر جذبہ عطا فرمایا تھا۔کلام میں خیرورنہ خاموشی جو حدیث قدسی کی روشنی میں ذریعہ کمال ہے آپ کے اندر موجود تھا اس لحاظ سے آپ فدائے ملت کے مصداق بنے۔

چہرے سے نور سیادت ٹپکتا،تواضع وانکساری جو مومن کامل کی پہچان ہے اس کے آپ مظہر تھے ۱۹۵۲ء سے برابر دیکھتا رہا،ملاقاتیں ہوتی رہیں اسی کی روشنی میں مذکورہ بالا تاثرات صفحہ قرطاس کے حوالے کیے گئے ہیں ۔خوش نصیب ہیں وہ افراد جو ان سے وابستہ ہوئے اور دامن مراد کو بھر لیا اور بعد وصال صاحب سجادہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر اور جملہ اولاد مبارکہ کی خدمت کر کے حضور صدرالافاضل کی مقدس پناہ گاہ میں پناہ لیتے ہیں۔ دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل سلسلہ مبارکہ کی خوب اشاعت فرمائے اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ استفاضہ کا موقع مرحمت فرمائے آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فدائے ملت کو ہمیشہ ہی متواضع اور علما نواز پایا

مفتی محمد سلیمان نعیمی برکاتی استاذ فقہ وحدیث جامعہ نعیمیہ ونائب مفتی اعظم مرادآباد

نبیرۂ صدرالافاضل حضرت علامہ حافظ حکیم سید محمد مظفرالدین نعیمی علیہ الرحمہ علم وعمل کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔میں نے حضرت سے بارہا ملاقات وگفتگو کا شرف حاصل کیا اور ہمیشہ حضرت کو بڑا متواضع اور منکسرالمزاج پایا۔علما کی بڑی قدرومنزلت فرماتے،حسب مراتب عزت وقدر سے نوازتے اور سب سے بڑی خندہ پیشانی سے ملاقات فرماتے۔انداز تکلم بڑا پیارا تھا،مدھم لہجے میں گفتگو کرتے تھے اور ضروری امور پر ہی کلام فرماتے عبث اور بے کار کی باتوں میں اپنا وقت ضائع کرنا سخت ناپسند فرماتے تھے،فرمان رسول ہے: **اذا رایتم الرجل قد اعطی زھدا فی الدنیا و قلہ المنطق فاقتربوا منہ فانہ یلقی الحکمۃ**۔[سنن ابن ماجہ] ترجمہ: جب تم کسی ایسے انسان کو دیکھو جسے دنیا سے بے رغبتی اور فضول کلامی سے پرہیز کی عادت ہے تو اس کا قرب حاصل کرو کیوں کہ وہ صاحب حکمت ہے۔

حضرت علامہ سید مظفرالدین علیہ الرحمہ بھی اس حدیث پر عامل تھے اسی لیے ایک زمانہ ان کے قرب کے لیے دوڑتا تھا جدھر نکل جاتے لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی اور جہاں بیٹھ جاتے محفل گلزار ہوجاتی۔

آپ اپنے علم وعمل،تبلیغ اسلام وسنیت اور خدمت خلق کے اعلیٰ کارناموں کی بنیاد پر ''فدائے ملت'' کے لقب سے پکارے گئے اور یہ لقب ان کے لیے بمنزلہ علم ہوگیا۔آج ان کے اصلی نام سے کم اور لقب سے زیادہ یاد کیا جاتا ہے۔یہ سب ان کے خلوص اور ایثار کا ثمرہ ہے۔ جب بندہ محض رضائے الٰہی کی خاطر اعمال کرتا ہے،اس کی نیت اتباع رسول کی ہوتی ہے تو خداوند قدوس کی جانب سے اس نیک بندے کا تذکرہ فرشتوں کی مبارک جماعت میں ہونے لگتا ہے اور پھر دنیا میں بسنے والے انسانوں کے دلوں میں اس بندۂ خدا کی محبت ڈال دی جاتی ہے اور مخلوق خدا اس انسان کی جانب رجوع ہونے لگتی ہے۔حضرت فدائے ملت بے شک ایک ایسے ہی مردِ خدا تھے جنہوں نے قولاً فعلاً عملاً جو کچھ بھی کیا رضائے مولیٰ اور رضائے حبیب کے لیے کیا اور کیوں نہ کرتے کہ انہیں تو یہ سارے اسباق گھٹی میں پلا دیے گئے تھے۔

فدائے ملت نے جس گھرانے میں پرورش پائی وہ گھرانہ سید المفسرین امام الہند حضور صدرالافاضل حضرت علامہ حکیم سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کا گھرانہ ہے۔جس گھرانے نے ہر دور میں علم وادب کی آبیاری کی،خلق خدا کی خدمت کی اور ملت کی زلف پریشاں کو سنوارا،فدائے ملت نے بھی اپنے آباواجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کثیر عوام الناس کو دینی ذوق بخشا اور ان کی حالت کو سدھار کر انہیں راہِ راست پر لگایا۔

مجھے بے پناہ خوشی ہوئی جب عزیز مکرم فاضل گرامی وقار حضرت علامہ مفتی غلام مصطفی نعیمی مدیر اعلیٰ سوادِ اعظم دہلی نے یہ خوش خبری سنائی کہ اس بار فدائے ملت کی حیات وخدمات پر خصوصی ضمیمہ شائع ہونے رہا ہے۔ بے شک یہ وقت کی ضرورت کے تحت اٹھایا گیا قدم ہے تا کہ اہل علم اور عوام الناس بھی خانوادۂ صدرالافاضل کی دینی وتبلیغی خدمات سے واقف ہوسکیں۔ ایک عرصے سے جمود طاری تھا اللہ کا فضل ہے کہ اب جمود ٹوٹ رہا ہے اور لگاتار خانوادے کی خدمات منظرعام پر آ رہی ہیں اس کے لیے جہاں مدیر سوادِ اعظم قابل مبارکباد ہیں وہیں نبیران صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا سید عظیم الدین نعیمی سجادہ نشیں خانقاہ نعیمیہ اسلام پور دبراجپور اور حضرت مولانا سید نظام الدین نعیمی صاحب قبلہ بھی قابل داد ہیں جن کی علم دوستی اور اسلاف شناسی کے جذبے نے انہیں ان نوجوانوں کی سرپرستی پر ابھارا وہ دن دور نہیں ہے جب اسی سرپرستی میں نعیمیات پر علم وتحقیق کا بیش بہا خزانہ جمع ہوگا اور ہر چہار جانب حضور صدرالافاضل ،تلامذہ اور شہزادگان کے کارناموں کی گونج سنائی دے گی ان شاء اللہ العزیز۔

اللہ تعالیٰ سب مخلصین کی اس کاوش کو قبول عامہ عطا فرمائے اور مزید خدمت دین کا جذبہ عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

اجاگر کیا۔

تاج العلما حضرت مفتی محمد اطہر نعیمی علیہ الرحمہ کے مقالات کو پڑھ کر آپ کے شستہ انداز تحریر اور حالات حاضرہ پر گہری نگاہ سے آپ کی دقت نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ مقالات کو جس حسن وخوبی کے ساتھ آپ نے ترتیب دیا ہے اور جس طرح حاشیہ نگاری کی ہے اس نے کتاب کی وقعت میں چار چاند لگا دئے ہیں، کہیں کہیں تو ایسا لگتا ہے کہ مؤلف اور محشی ایک ہی ہیں۔ حاشیہ میں قلم آپ کا مگر لکھایا آپ سے تاج العلما ہی نے ہے۔ اب یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نبیرہ صدرالافاضل فدائے ملت حضرت علامہ سید مظفرالدین نعیمی علیہ الرحمہ پر ایک خصوصی ضمیمہ شائع کرنے جارہے ہیں میری طرف سے اس اہم اقدام پر پیشگی مبارکباد۔ خانوادۂ صدرالافاضل کے اساطین علم وفضل کی خدمات کو اجاگر کرنا وقت کا تقاضا بھی ہے اور ہماری اخلاقی ذمہ داری بھی۔ کیوں کہ نعیمی ہونے کی حیثیت سے یہ کام ہم نہیں کریں گے تو کون کرے گا؟ جیسا کہ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت فدائے ملت نے بنگال کی سنگلاخ زمین میں بڑا کام کیا ہر طرف کی علم کی شمعیں روشن کیں اصلاح معاشرہ کے لئے خانقاہ قائم کی اور پوری زندگی خدمت خلق میں گزاری اللہ کریم ان کے فیوض وبرکات کو عام فرمائے۔

فدائے ملت پر خصوصی ضمیمہ لائق تحسین

مفتی محمد یعقوب نعیمی، خطیب وامام مسجد غوثیہ کھجوری کالونی دہلی۔

شاہکار خطابت، افتخار نعیمیت حضرت علامہ مفتی غلام مصطفی نعیمی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی دو تازہ علمی کاوشیں بنام ''مقالات تاج العلماء اور حیات صدرالافاضل'' [ہندی۔اردو] نظرنواز ہوئیں، پڑھ کر بے اختیار آپ کے لئے دل سے دعائیں نکلیں اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ واقعی آپ نے نعیمیات کے حوالے جو دستاویزی کام کیا وہ حد درجہ لائق تحسین اور قابل داد ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ جن اکابرین نعیمیہ کو ہم جانتے بھی نہیں تھے آپ نے نہ صرف ان کی پہچان کرائی بلکہ ان کے زریں کارناموں سے بھی روشناس کرایا اور دنیائے علم وتحقیق میں مادر علمی ''جامعہ نعیمیہ'' کے قابل فخر فرزندوں کی علمی خدمات کو

فدائے ملت نے سنگلاخ زمین کو لالہ زار وگلزار بنادیا

مفتی محمد راحت خان قادری، بانی و ناظم دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف

امام الہند، مفسر اعظم، فخر الاماثل، صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ اس ذات ستودہ صفات کا نام ہے کہ جس کو رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے گوناگوں خصوصیات کا جامع بنایا تھا۔ علم وحکمت، فضل وکمال، اتباع شریعت وطریقت، عبادت وریاضت، عزم واستقلال، تقوی وطہارت، زہد وورع اور کردار کی بلندی میں اپنی مثال آپ تھے۔ وہ کتنے جامع اور پر اعتماد تھے اس کا اندازہ صرف اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے قرآن مقدس کا جو بے مثال ترجمہ بنام ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' فرمایا تھا اس کا مخطوطہ حضور

صدرالافاضل کو اشاعت کے لیے اعتماد کرتے ہوئے عنایت فرمایا اور اس کی اشاعت کے لیے ایسے شرائط بتائے جن کا پورا ہونا بظاہر ناممکن معلوم ہوتا تھا لیکن حضور صدرالافاضل نے اس دشوار گزار کام کو آسان کرکے ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' کو قوم کے سامنے پیش فرمادیا۔

یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ جواں سال محقق، محب گرامی قدر حضرت علامہ غلام مصطفیٰ نعیمی صاحب مدّظلہ العالی مدیر اعلیٰ سہ ماہی سوادِ اعظم دہلی ایک خصوصی ضمیمہ فدائے ملت حضرت علامہ سید مظفر الدین نعیمی بن صدر العلما مولانا سید ظفر الدین نعیمی شہزادۂ اکبر حضور صدرالافاضل (رحمہم اللہ) کی حیات اور دینی و ملی، روحانی و مذہبی خدمات پر مشتمل شائع کرنے جارہے ہیں۔ علامہ سید مظفر الدین نعیمی قدس سرہ حضور صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین قدس سرہ کے گھرانے کے ایسے روشن چراغ ہیں کہ جنہوں نے صوبہ بنگال کی سنگلاخ اور بنجر زمین کو نعیمی فیضان سے لالہ زار و گلزار کیا۔ دبراج پور اسلام پور صوبہ بنگال میں آپ کے والد محترم صدر العلما مولانا سید ظفر الدین نعیمی قدس سرہ نے تبلیغ اسلام اور اصلاح معاشرہ کی غرض سے نعیمی خانقاہ کو قائم فرمایا۔ اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ نے خانقاہ کو عروج بخشا، تقریباً آدھا درجن تعلیمی ادارے اور ایک عظیم لائبریری قائم فرمائی۔ فروغ علم وادب، دعوت وتبلیغ، وعظ ونصیحت، ارشاد وتذکیر اور دین اسلام کی سربلندی میں اپنی قیمتی عمر صرف فرمائی۔ اب حضرت کے شہزادے خصوصاً صاحب سجادہ حضرت مولانا سید عظیم الدین نعیمی اور نائب سجادہ نشین حضرت مولانا سید نظام الدین نعیمی عرف انجم میاں وغیرہ بھی اپنے آبا و اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نعیمی فیضان سے بہار و بنگال اور جھارکھنڈ وغیرہ کے علاقوں کو سیراب کر رہے ہیں اور دینی وتبلیغی خدمات میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہزادوں کو مزید دینی خدمات کی توفیق بخشے!

حضرت فدائے ملت کے وصال کو عرصہ گزر چکا لیکن ان کی حیات وخدمات پر مشتمل کوئی شایان شان کام نہیں ہوسکا حضرت علامہ غلام مصطفیٰ نعیمی صاحب نے اس جماعتی جمود کو توڑا اور خصوصی ضمیمہ نکالنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ مسلسل خانقاہِ نعیمیہ کے بزرگوں سے متعلق کام میں مصروف ہیں اس سے قبل بھی اس حوالے سے گراں قدر خدمات انجام دے چکے ہیں۔ اسی کام کی ایک کڑی سہ ماہی ''سوادِ اعظم'' کا اپنے وقت پر شائع ہونا بھی ہے جس کے لیے نہ تو کوئی ٹیم ہے اور نہ ہی باضابطہ کسی فنڈ کا انتظام بلکہ تن تنہا اس کے لیے آپ بذات خود مضامین کو جمع کرتے ہیں اور پھر خود ہی کوشش فرما کر اس کی اشاعت کا انتظام فرماتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور قلم میں پختگی کے ساتھ مزید دینی وقلمی خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم

سرِورق سے ہی حضور صدرالافاضل کی یاد آئی

مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی، کچھ گجرات

مدیر محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سہ ماہی ''سوادِ اعظم'' کا شمارہ ٹیلی گرام کے توسط سے حاصل ہوا۔ سرِ ورق پر ''سوادِ اعظم'' ہی حضور صدرالافاضل حضرت سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی یاد آئی اور اندرونی سرِ ورق پر جب ''بیادگار استاذ العلما، فخر الاماثل صدرالافاضل الشاہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ الہادی'' پر نگاہ پڑی تو مزید یاد تازہ ہوگئی۔ اور کیوں نہ ہو ''السواد الاعظم''، وہی رسالہ ہے جس کا اجرا ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء میں حضور صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی سرپرستی اور تاج العلما حضرت مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ کی ادارت میں ہوا اور سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کا نمائندہ رسالہ بنا۔

لیکن اتار چڑھاؤ اور نشیب وفراز ایک حد تک زندگی کا لازمہ ہے جس سے ''السواد الاعظم'' کا بھی سامنا ہوا اور نشیب وفراز کی منزل سے گزرنا پڑا۔ نشیب کا سبب شاید معزز قارئین کرام کی ترسیل زر میں تاخیر یا عدم توجہی بنا جیسا کہ اکثر رسائل کو اس کرم فرمائی سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور فراز کا پروانہ اس کے پرخلوص اور پختہ قلم کار اور بزرگوں کی دعاؤں کے صدقے ملا۔ لیکن اس رسالے کی کامیابی کا عالم یہ رہا کہ پانچ مرتبہ بند ہوا لیکن پھر اس کی سأ ۃ ثانیہ ہوتی رہی۔ اور پھر اس پر ایک دور ایسا بھی آیا کہ تقریباً 70 سال اس کی اشاعت نہ ہوسکی اور نہ کوئی

اس کی اشاعت کے لیے کمر بستہ ہوااور یہ کوئی آسان کام بھی نہیں تھا بلکہ اس کام کے لیے دل سوزی، جگر کاوی اور مغز ماری کا سامنا ہوتا ہے جس کا صحیح اندازہ خارداروادی میں قدم رکھنے والے ہی کر سکتے ہیں۔

خیر! اس جمود کی زنجیر ٹوٹی اور حضور صدرالا فاضل علیہ الرحمہ کی روحانی تربیت یافتہ اور آپ علیہ الرحمہ کی علمی سرچشمے ''جامعہ نعیمیہ'' مراد آباد سے علمی سیرابی حاصل کرنے والے ایک فرزند عزیز فاضل جلیل مولانا غلام مصطفی نعیمی ہی کے ذریعے ٹوٹی اور امید بھی وہیں کے کسی شاہین صفت شہزادے سے کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ موصوف نے 2011ء میں اس کی سوادہ سادسہ کی اور آں دم سے ایں دم یہ سلسلہ جاری ہے۔

زیر نظر رسالے کی ترتیب قابل قدر اور مضامین لائق مطالعہ ہیں جو یقیناً مدیر کی محنت اور جد وجہد کا واضح ثبوت ہے لیکن ''مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں'' کو نظر میں رکھتے ہوئے ایک حقیر سا مشورہ ہیکہ ہر شمارے میں حضور صدرالا فاضل علیہ الرحمہ کے کسی نہ کسی پہلو پر ضرور لکھا جائے تا کہ رسالہ دیکھ کر جس طرح حضور صدرالا فاضل کی یاد تازہ ہوتی ہے اسی طرح اسے پڑھ کر نئی نسل کو آپ علیہ الرحمہ کے زریں پہلو سے واقفیت حاصل ہوتی رہے یا ''جامعہ نعیمیہ'' کے قابل فخر فرزندان کا تذکرہ ضرور شامل فرمائیں اور یہ کام بہت زیادہ مشکل نہیں اگر ''جامعہ نعیمیہ'' کے فارغین یا منتہی طلبہ اس طرف توجہ فرمائیں۔

آخر میں بارگاہ خداوندی میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب کے صدقے اس سوادہ سادسہ کو زندہ وجاوید رکھے اور اہل سنت وجماعت کو اس سے استفادے اور محظوظ ہونے نیز تعاون کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔

افسوس! رسالے کی زیارت سے اتنے دن محروم کیوں رہا؟

مفتی انصار احمد مصباحی، دارالعلوم رضائے مصطفی اورنگ آباد مہاراشٹر

مکرمی! علامہ غلام مصطفی نعیمی صاحب قبلہ سلام ورحمت بصد خلوص ومحبت سہ ماہی سوادِ اعظم کا تازہ شمارہ باصرہ نواز ہوا پڑھ کر بے انتہا مسرت ہوئی، ساتھ ساتھ حیرت اور افسوس بھی۔ حیرت اس لیے کہ اتنا مؤقر رسالہ۔۔۔! اسے تو ہندو پاک کے ہر مدرسے، لائب ریری اور اردو داروں کے دارالمطالعہ کی زینت ہونا چاہیے اور افسوس اس بات پر کہ اس رسالے کی زیارت سے اتنے دن محروم کیوں رہا۔ محترم میثم عباس رضوی صاحب کا مضمون نہایت ہی نمکین اور چٹ پٹا ہے۔ ان کا مضمون فقیر کو پسند نہ آئے، غیر ممکن۔ وہ تو میرے خجستہ بنیاد قلم کے آئیڈیل ہیں۔ علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی صاحب کا مضمون بہت اہم ہے، آپ کا لکھا ہوا مضمون ''ترجمہ کنزالایمان تاریخ کے آئینے میں'' کافی دل چسپ ہے۔ اسے پاکستانی رسائل میں بھی قابل اشاعت بنایا جائے۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ اس کڑی کو مزید وسعت دے کر اسے کتابی شکل میں شائع کردیں۔

تاریخی اقدام کے لیے آپ کو مبارکباد ہے.....

سید یوسف علی قدوسی نعیمی، پیرزادہ مرادآباد

گزشتہ روز برادر نسبتی نبیرہ صدرالا فاضل محترم سید نظام الدین نجم نعیمی صاحب سے اطلاع موصول ہوئی کہ حضرت فدائے ملت علیہ الرحمۃ کے دینی ملی خدمات کو انشاءاللہ اس سال عرس نعیمی فدائے ملت کے موقع پر منظر عام پر لا یا جا رہا ہے، سن کر بے حد خوشی ہوئی۔ اس کا مکمل کریڈٹ نباضِ عالم دین حضرت علامہ مولانا غلام مصطفی نعیمی صاحب و نبیرہ صدرالا فاضل علامہ سید نظام الدین نجم نعیمی صاحب کو جاتا ہے۔

یہ وہ تاریخ ساز خدمات ہے جن کی وجہ سے ہماری آنے والی نسل کو اپنے بزرگوں کی تاریخ ان کی خدمات اوران کے حالات سے آگہی کا سبب بن جائے گی۔

اطلاعات کے مطابق بہت مختصر سے وقت میں بہت بڑا کام ہو رہا ہے۔ بے شمار علماء و صاحبِ فکر وقلم کے ہونے کے باوجود حضرت صدرالا فاضل وفدائے ملت نے ان دونوں کا انتخاب کیا۔ یہ ان پر ہمارے مشائخ کے خاص فضل وکرم ہونے کی تصدیق ہے۔

حضور فدائے ملت علیہ الرحمۃ نے اپنی پوری زندگی خدمت دین متین ونشر مسلک اعلحضرت میں صرف کی۔ جس علاقے میں آپ کا مزارِ پرانوار ہے دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ آج سہولت کے زمانے میں اس

علاقے کی یہ صورتِ حال ہے تو جس زمانے میں حضور فدائے ملت نے یہاں شب و روز محنت کی تب کیا صورتِ حال رہی ہوگی...

اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ ان حضرات کی اس کوشش کو مقبول خاص و عام فرمائے اور حضور فدائے ملت کا فیضان سے ہم سب کو مالا مال فرمائے آمین.

از: محمد رمضان حیدر نعیمی فردوسی

خانقاہ فردوسیہ جونکا شریف راج محل جھارکھنڈ

مادر علمی جامعہ نعیمیہ مرادآباد یو پی ہم نعیمیوں کے لئے مرکز علم تو یعنی آستانہ مرکز عقیدت ہے۔اس اعتبار سے امام الہند صدرالا فاضل فخر الاماثل مفسر اعظم محدث العصر مناظر اعظم سیدالاولیا فرد الاتقیا سید محمد نعیم الدین قادری مرادآبادی قدس سرہ الہادی کی جملہ آل اولاد اور جامعہ کے جمیع اساتذہ اکرام کے لائق ہیں۔

پھر اگر بات ہو آلِ سید نعیم الدین پر تو کمال سید ظفر الدین عکس جمال سید مظفر الدین نجم العلماء حضرت سید نظام الدین نجم نعیمی مرادآبادی جیسے بااخلاق علم دوست خردنواز مخدوم زادے کی تو کیا کہنے

پھر تو چوں چرا، کیوں، کاہے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔

مجھ جیسے بے قدر سے تاثر کا مطالبہ ذرہ نوازی ہی ہے۔

بھارت میں ہزاروں شخصیتیں ہیں جنہوں نے اپنی ساری زندگی اور اپنی کل کائنات کو اسلام و سنیت، قرآن و حدیث کے فروغ اور رضائے حبیب کے لیے قربان کر دیا۔

اور بھارت کی سنگلاخ زمین اسلام و سنیت کے مختلف گل بوٹے کو لاکر ہم پر احسانِ عظیم کیا۔ان ہی برگزیدہ شخصیتوں میں حضور صدرالا فاضل اور حضور فدائے ملت کے اسماء گرامی بھی آتے ہیں۔

دنیائے سنیت پر ان حضرات کے کیا کیا نہ احسان ہیں مگر آپ کے ناموں سے مدارس و مکاتب، محافل و تنظیمیں اور ان سے تقریریں و تحریریں خالی خالی ہی نظر آتی ہیں۔

دعا ہے کہ پروردگار نبیرۂ صدرالا فاضل علامہ سید نظام الدین نجم نعیمی مرادآبادی صاحب قبلہ و حضرت علامہ مولانا غلام مصطفی نعیمی صاحب مدیر اعلیٰ سوادِ اعظم دہلی و جملہ برادران، اساتذہ جامعہ و جملہ نعیمی علماء کرام کو کہ حضور صدرالا فاضل و فدائے ملت کی دینی خدمات کو منظر عام پر لانے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

اور فدائے ملت علیہ الرحمۃ پر خصوصی شمارہ بموقع عرسِ نعیمی فدائے ملت کی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جسیم القادری امجدی کولکاتا 43

الحمد اللہ یہ سہ ماہی سوادِ اعظم آپ کے میز کی زینت بنا ہوا ہے اور آپ کے اخلاق و کردار کو سنوارنے اور معلومات کا ذریعہ ہے۔ یہ رسالہ دہلی سے جاری ہوا ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ مولا تعالیٰ جن افراد نے اس عظیم بیڑے کو اپنے دوش پر اُٹھایا ہے انہیں ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے۔ ان میں قابلِ ذکر ہیں سہ ماہی سوادِ اعظم کے ایڈیٹر حضرت علامہ غلام مصطفی نعیمی صاحب و حضرت علامہ سید عظیم الدین صاحب و علامہ سید نظام الدین نجم نعیمی صاحب، جنہوں نے تدریسی، تحریری، تقریری مصروفیت کے باوجود اس عظیم ذمے داری کو قبول کر کے رسالہ کو جلا بخش کر ہمیں دلی خوشی دی ہے۔ آخر میں جملہ مسلمان خصوصاً حضور فدائے ملت کے مریدین و خانقاہِ عالیہ نعیمیہ قادریہ اسلام پور دبراجپور بیر بھوم مغربی بنگال کے مریدین متوسلین مخلصین سے التماس کرتا ہوں کہ اس رسالے کو اپنی آنکھوں کی زینت بنا کر نشر و اشاعت میں ساتھ دیں۔ ربِّ قدیر جملہ قارئین اور مخلصین معاونین کو ہر طرح کی پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے آمین

OOOO

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں جس نے باجماعت عشاء کی نماز پڑھی گویا آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی گویا پوری رات قیام کیا۔ (مسلم و ابو داؤد)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: کسی گاؤں یا بادیہ میں تین شخص ہوں اور نماز نہ قائم کی گئی مگر ان پر شیطان مسلط ہو گیا تو جماعت کو لازم جانو کہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور ہو۔'' (ابوداؤد)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں صفیں برابر کرو کہ صفیں برابر کرنا تمام نماز سے ہے۔ (ابن ماجہ)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے صف کے داہنے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

منظومات

تجلیاتِ سخن

حمدِ باری تعالیٰ

اے ذات وحدۃ الوجود: کہ کہاں نہیں ہے تو موجود
تیری ذات ذات لَم یَلِد: نہیں ہے تجھ سے کوئی بھی مولود
عیاں ذرے ذرے سے تیری شان: توشہود، شاہد ومشہود
اسے کیا غرض جہانوں سے: توہی جس کا منتہا مقصود
بھلا زندگی ہے کیا اس کی: ہوا جس کے دل سے تو مفقود
ہیں سب عبرت نشاں منکر: یہ جہاں میں اہل ہود ویہود
میں ہوں تیری احسن تقویم: مجھے سب عزیز قید وبند وقیود
ثنا تیری کیا ہو مجھ سے بیاں: ہیں حقیر میرے سارے رکوع وسجود
اے وجودِ خاکی فنا فیروزؔ: چہ کہوں خاک خواہش تمام نمود

از نتیجہ فکر
فیروز برہان پوری، کراچی پاکستان
پیش کش: محمد تنویر رضا برکاتی (ڈائریکٹر برکاتی مشن برہانپور ایم پی)

❁❁❁❁

منقبت در شانِ فدائے ملت

ایسا دسترخوان فدائے ملت کا
خوش ہے ہر مہمان فدائے ملت کا
اس کو تھانے دار سلامی دیتا ہے
جو بھی ہے دربان فدائے ملت کا
صرف اڑیسہ یوپی اور بنگال نہیں
سارا ہندوستان فدائے ملت کا
ایک دو دن کی بات نہیں ہے برسوں سے
جاری ہے فیضان فدائے ملت کا
صرف نہیں ہے ایک فیضیؔ مداحوں میں
عاشق ہر انسان فدائے ملت کا

نتیجہ فکر: حبیب اللہ فیضی مدھوپوری۔

تہنیت ومبارکباد

(سوادِ اعظم دہلی کی خصوصی اشاعت خصوصی ضمیمہ حضور فدائے ملت، بموقع عرسِ نعیمی فدائے ملت)

نسب ملتا ہے ان کا تو حسن سے اور حیدر سے
زمانہ فیض پاتا ہے یقینا آپ کے در سے
انہیں کے جانشیں کو سب عظیم الدین کہتے ہیں
جو ہیں نائب انہیں کو تو نظام الدین کہتے ہیں
میرا حضرت جو ظفرالدین کی آنکھوں کا تارا ہے
انہیں کے نام سے منسوب یہ روشن شمارہ ہے
سجایا ہے غلام مصطفی نے اس کو محنت سے
صلہ ان کو ملے میری دعا ہے رب عزت سے
جنابِ شہ مظفر کے جمع حالات ہیں اس میں
کئے جو دین کی خاطر رقم خدمات ہیں اس میں
فصاحت اس کے اندر ہے بلاغت اس کے اندر ہے
میرے حضرت مظفر کی کرامت اس کے اندر ہے
پتا چلتا ہے اس کیسا تھا تقویٰ مظفر کا
نظر آتا ہے اس میں ہرطرف جلوہ مظفر کا
شمارے میں یقینا علم کے حکمت کے گوہر ہیں
فلک گویا ہے یہ اس کے مضامیں ماہ واختر ہیں
جو شید ہے نبی کا اس کو سینے سے لگائے گا
جو کوّا کھانے والا ہے اسے نہ راس آئے گا
نعیمی جتنے ہیں ان کے لیے یہ خاص تحفہ ہے
حسین وخوب صورت ہے قسم رب کی ہے عمدہ ہے
غلامِ مصطفی جو بالیقیں فخرِ صحافت ہے
کیا وہ کارنامہ وقت کی جس کو ضرورت ہے
کروں تعریف جتنی بھی شمارہ اس سے بہتر ہے
فقط یہ شعر کہہ کے ہوگیا خاموش مضطر ہے
یہ شمارہ اہل سنت کے لیے اکسیر ہے
جو ہے نجدی اس کے حق میں برہنہ شمشیر ہے

ارمغانِ خلوص: مفتی اقبال احمد مضطرؔ مدھوپور جھارکھنڈ

کتب نمائی

نام کتاب: **مقالات تاج العلماء**
مصنف: مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ
مرتب: مولانا غلام مصطفی نعیمی
صفحات: ۱۲۵ ۔ اشاعت: ۲۰۱۵ء
ناشر: مکتبہ نعیمیہ، دہلی ۔ ۶
مبصر: توفیق احسنؔ برکاتی، مدیر اعلیٰ ماہنامہ سنی دعوت اسلامی ممبئ

خلفاے امام احمد رضا میں صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کا نام جلی حرفوں میں مرقوم ہے اور تلامذۂ صدر الافاضل میں تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ کا نام سرفہرست بھی ہے اور ممتاز ترین بھی۔ تاج العلماء نہ صرف علامہ صدر الافاضل کے مدرسے کے طالب علم رہے بلکہ سندِ فضیلت تفویض کیے جانے کے بعد اس کے مدرس ومفتی اور پھر مہتمم ومنتظم بھی رہے۔ آپ کے علمی وفکری کمال کے لیے یہی کافی ہے کہ وقت کا مجدد، اہلِ سنت کا امام، فقیہ اسلام امام احمد رضا قادری کے ہاتھوں تاج علم وفضل سے نوازے جاتے ہیں اور دستار فضیلت حاصل کرتے ہیں، شیخ المشائخ شاہ سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے دست حق پر نہ صرف بیعت ہوتے ہیں بلکہ مرشد طریقت کی خلافت واجازت سے بھی سرفراز کیے جاتے ہیں۔ آپ کے القاب میں ''فاروق اللہ'' اور ''تاج العلماء'' نہ مبالغہ آرائی ہے نہ ہی ظلم بلکہ آپ کا علمی کمال، فقہی جودت، فکری اٹھان، ملی تڑپ، تدریسی خدمات اور دینی حمیت اس حقیقت کی روشن دلیل ہے۔ اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ترجمۂ قرآن کنز الایمان کی پہلی اشاعت علامہ صدر الافاضل کی سرپرستی اور تاج العلماء کی نگرانی میں ہوئی اور جس طرح ترجمہ قرآن کے کاتب صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ رہے اسی طرح صدر الافاضل کی تفسیر ''خزائن العرفان'' کی کتابت کا شرف تاج العلماء کو حاصل ہوا ۔

زیر نظر کتاب ''مقالات تاج العلماء'' اسی سراج علم کے قلمِ حق رقم سے نکلی ہوئی قیمتی موتیوں کا ہار ہے جسے ماہ نامہ السواد الاعظم کی بوسیدہ فائلوں سے نکال کر مولانا غلام مصطفی نعیمی نے ایک لڑی میں پرو دیا ہے اور آج اہلِ علم کے مطالعے کی میز پر پہنچ کر ان کے ذہن وفکر کو روشن کرنے کا باعث بن رہا ہے۔

یہ کتاب دراصل تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ کے ماہ نامہ ''السواد الاعظم'' میں لکھے گئے تاریخی اداریوں پر مشتمل ہے جن کا مطالعہ ساٹھ ستر سال قبل کے غیر منقسم ہندوستان کے سیاسی، سماجی، مذہبی وتعلیمی وتنظیمی حالات کی تفہیم میں معاون ثابت ہوگا۔ ساتھ ہی اس سے صاحب تحریر کی علمی وفکری، قلمی وتحریری اڑان واٹھان کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کتاب کے مرتب مولانا غلام مصطفی نعیمی اپنی طویل سوانحی تحریر میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''مجلہ ''السواد الاعظم'' میں تاج العلماء نے ہر طرح کے موضوعات پر خامہ فرسائی فرمائی ہے، انداز تحریر ایک دم شگفتہ، اسلوب نہایت دل کش، الفاظ بڑے شستہ۔ آج بھی تاج العلماء کی تحریر پڑھو تو ایسا لگتا ہی نہیں کہ یہ ستر اسی سال پرانی اردو ہے۔ بالکل موتیوں کی لڑی کی طرح ایک سوت میں پروئی ہوئی تحریر، ایک موتی اٹھاؤ کہ سارے موتی بکھرنے لگیں اور اپنی خوش نمائی سے قاری کے ذہن ودل میں اپنی جگہ بنالیں۔'' (ص ۳۱)

مرتب نے اس مجموعے میں ۲۵ / اداریوں کو جمع کیا اور ان پر قیمتی حواشی تحریر کیے ہیں جو انتہائی معلوماتی اور تاریخ وتذکرے کی کتب سے ان کی کڑی وابستگی کا روشن اشاریہ ہیں۔ بجا بجا ان کی تحقیق وتخریج نے اداریوں کی ثقاہت کو فزوں تر کر دیا ہے اور یہ کتاب اور اس میں موجود نگارشات دستاویزی رنگ اختیار کر گئے ہیں جو بہت بڑا کمال ہے۔ ابتدائی صفحات میں پیش لفظ (جانشین تاج العلماء مفتی محمد اطہر نعیمی)، تقریظ جمیل (مولانا یامین نعیمی اشرفی)، کلمات تبریک (مفتی محمد سلیمان نعیمی برکاتی) اور سخن حبیب (مفتی محمد منظم خان ازہری بدایونی) کو جگہ دی گئی ہے اور پھر مرتب کی صداے دل اور ۱۹ صفحاتی سوانحی تحریر نے اس کتاب کو اسم بامسمی کر دیا ہے۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہمارے علما ومشائخ سنجیدہ ہوکر اسے اپنے مطالعے کی میز پر سجائیں اور اس سے اخذ واستفادے کی ہمت کریں تو انہیں اپنے مشن کو فروغ دینے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔

مولانا غلام مصطفی نعیمی نے ہی صدر الافاضل کے جریدے السواد الاعظم مراد آباد کی سواد اعظم کے نام سے ۲۰۱۱ء میں نشاۃ ثانیہ کا فریضہ نبھایا ہے اور صدر الافاضل کی قیمتی کتابوں رسالوں کی طباعت واشاعت کا ذہن بیدار کیا ہے۔ اس سے قبل یہ کام تنظیم افکار صدالافاضل ممبئ کے زیر اہتمام شروع کیا گیا تھا۔ مفتی محمد ذوالفقار نعیمی نے بھی صدر الافاضل کے افکار واحوال پر کئی کتابیں تحریر کی ہیں۔ یہ سارے احباب پوری جماعت اہل سنت کی طرف سے خصوصی پذیرائی کے حق دار ہیں۔ اللہ عزوجل ان کی زبان وقلم میں توانائی بخشے اور ان کتابوں کو مقبول انام بنائے۔ آمین۔ پتہ: تحریک سواد اعظم، ۲۳۴۳، گراؤنڈ فلور، ٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۔ ۶

صوفی کانفرنس اور اس کے اثرات کا منصفانہ جائزہ

ایک عینی شاہد کے احساسات

سترہ سے بیس مارچ تک مختلف سیشن اور متعدد مرحلوں میں منعقد ورلڈ صوفی فورم کتنا کامیاب تھا اور کس قدر مقصد کے حصول میں کامیاب ہوا یہ ایک الگ موضوع ہے۔ البتہ! چند پہلو قابل غور سامنے آئے ہیں:

(۱) اس فورم پر کم وبیش تین چار کروڑ کا خرچ آیا، اس کے ذرائع کیا تھے؟

(۲) رام لیلا میدان کے پورے اجلاس کو کم از کم دو سرکاری چینلز دوردرشن اور اِی ٹی وی اردو نے مکمل کوریج دیا، اس کے علاوہ مودی بھکت زی گروپ کے زی سلام چینل نے بھی لائیو کاسٹ کیا، مزید برآں وگیان بھون اور لودھی روڈ پر تینوں دن دوردرشن کے اسٹاف اپنے کیمرے اور ضروری لوازمات کے ساتھ ہمہ وقت مستعد نظر آئے۔ اس کی معقول وجہیں کیا ہیں؟ جہاں تک ہماری معلومات ہے ں شاید یہ ہند کی تاریخ میں پہلا موقع ہوگا جب کسی بھی اسلامی پروگرام کو سرکاری چینلز کی طرف سے اتنا لمبا لائیو کوریج ملا۔ آخر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے آر ایس ایس سرکار کو صوفی کانفرنس سے کیا دل چسپی تھی جو اس نے اس کے لیے اتنی فراخ دلی دکھائی؟

(۳) مندوبین کو ملنے والی سرکاری رعایتیں بھی قابل غور ہیں۔ مندوبین کو لے کر جارہی بسوں کے آگے پیچھے مرکزی حکومت کی ماتحت دہلی پولیس اور خفیہ ایجنسی آئی بی کے آفیسر آگے پیچھے لال بتی والی گاڑیاں لیے ہوتے تھے۔ فائیو اسٹار ہوٹل میں تقریبا دو سو مندوبین کا انتظام اور اس کے اخراجات، یہ سب قابل غور ہیں، مزید برآں ہمیں کوئی ایسی اطلاع نہیں ہے کہ اس کانفرنس کے لیے فنڈ اکٹھا کرنے کے لیے کوئی مہم بھی چلائی گئی ہے۔

(۴) طاہر القادری صاحب کو بلانے کا مقصد کیا تھا؟ جبکہ خود انھوں نے رام لیلا میدان میں اپنا عقیدہ بتا دیا کہ وہ چوں چوں کے مربہ ہیں۔ اب تک ہم نے انھیں دور سے سنا تھا، مگر اس کانفرنس میں ہمارا تجربہ شنیدہ سے دیدہ تک پہنچ گیا۔ شاید منتظمین کانفرنس اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ مشہور ہندوستانی سلاسل کے اکابر اور وابستگان نہ آئیں تب بھی صرف طاہر صاحب کے معتقدین سے ہی رام لیلا میدان بھر جائے گا مگر چالیس ہزار سے کم کی اس بھیڑ نے نہ صرف ان کی امیدوں کو جھٹکا دیا ہے بلکہ یہ بھی جتا دیا کہ ابھی بھی طاہر صاحب کے ماننے والے ہند میں نہ کے برابر ہیں۔

ہم نے کثیر شرکاے کانفرنس سے ان کی رائے لی تا کہ حالات کا اندازہ ہو جائے کہ ان کی شمولیت کس مقصد کے لیے ہے، ان کو ٹٹولنے سے جو نتیجہ برآمد ہوا وہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر اس بات سے ناواقف تھے کہ حالات اتنے خراب ہوں گے، چنانچہ اکثر نے آمد پہ پشیمانی کا اظہار کیا اور اس کانفرنس کو امت مسلمہ کے لیے مزید تاریکی کا سبب قرار دیا۔ بالخصوص پیر ثاقب شامی صاحب کی اسلامی تقریر کی تنویر ہاشمی صاحب کے ذریعے لیپا پوتی اور طاہر القادری صاحب کی ملحدانہ خطابت پہ انتظامیہ کی مجرمانہ خاموشی نے انھیں اور زیادہ مایوس کیا۔ صوفی کانفرنس میں ظہر نماز کا وقت 4 بجے اعلان ہونے کے باوجود نماز کے عدم اہتمام نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی اور شرکاے کانفرنس آپس میں یہ تبصرہ کرتے ہوئے اُٹھے کہ یہ کیسی صوفی کانفرنس ہے جہاں سب کچھ ہے نماز کے سوا۔ خواتین کی غیر اسلامی طور پر شمولیت نے درد میں مزید اضافہ کیا۔ تالی بجانا تو عام سی بات تھی، جب تالی بجتی تو ایسا محسوس ہوتا کہ خالص غیر اسلامی پروگرام ہے، کسی بھی ذمہ دار شخص نے تالی بجانے سے منع نہیں کیا، نہ ہی کسی فرد نے اس فعل کی مذمت کی مگر جب پروگرام کے تیسرے دن اسلامک کلچرل سینٹر لودھی روڈ کے آڈوڈوریم میں نعرۂ تکبیر کی صدا بلند ہوئی تو صدرِ بورڈ مولانا اشرف کچھوچھوی اپنی کرسی سے کھڑے ہو گئے اور دو قدم چل کر نہایت غضبناک آواز میں کہا کہ آپ یہاں جلسے میں آئے ہیں کیا؟؟ کاش یہی جلال اس وقت بھی نظر آتا جب تالیاں بجائی جارہی تھیں۔ غیر مسلموں کی طرف سے مودی کی تقریر کے دوران لگنے والے نعرہ بھارت ماتا کی جے کا ہم آپ سے کوئی شکوہ نہیں کریں گے کیونکہ ان کو روک پانا آپ کے بس میں نہیں تھا اور اس کی مذمت کرنا تنویر ہاشمی صاحب کی غیرت میں نہیں تھا۔ اس پوری کانفرنس کی توجہ صرف ان آتنک وادیوں پر تھی جن کے نام مسلمانوں جیسے ہیں۔

زعفرانی رنگ والے برمی دہشت گرد، فلسطین میں ہونے والی اسرائیلی دہشت گردی، ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہونے والا نکسلیوں کا آتنک واد اور ۲۰۰۲ء میں ہونے والی اجتماعی دہشت گردی کے خلاف کوئی آواز سننے کو نہیں ملی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے مقررین اتنا ہی یاد کر کے آئے ہیں جتنا انھیں صیہونی اور برہمنی میڈیا کے ذریعے معلوم ہوا ہے، یا ان کی معلومات بہت کم ہے یا ان دہشت گردوں کی طرف ان کی توجہ نہیں گئی، یا پھر شاید منتظمین نے انھیں ان اقسام کی طرف توجہ نہ دینے کا مشورہ یا حکم دیا ہو۔ اس بھول سے یہ پیغام عام ہوا کہ صرف مسلمان ہی دہشت گرد ہوتے ہیں اسی لیے امن پسند مسلمانوں نے صرف انہی کی مذمت کی ہے تاکہ ان کا دامن آتنک واد کے شبہ سے محفوظ رہے۔ جبکہ یہ اچھا موقع تھا کہ برمی و برہمنی دہشت گردوں اور صیہونی و نصرانی آتنک وادیوں کا بھی نقاب پورے طور پر اتار دیا جائے۔ ثاقب شامی صاحب کے مطالبۂ وضاحت کے جواب میں طاہر صاحب دہشت گردی کی بنیاد تکفیری رویے کو بتا کر وہ سب کچھ کہہ گئے جس کی ہمت اب تک یہود و ہنود نہیں جٹا سکے۔ اس کانفرنس میں ہر پل ۴/مارچ ۲۰۱۴ء (شہادت عالم ربانی مولانا اُسید الحق بدایونی) کا تاریک دن شدت سے یاد آتا رہا کہ کاش وہ سانحہ پیش نہ آتا تو آج دلی کی سڑکوں پہ اس طرح شاہ فضل رسول بدایونی، ان کے عزیز از جان دوست علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے معتقد شاہ احمد رضا علیہم الرحمہ کو صوفیوں کی مقدس جماعت سے نکال کر فتویٰ باز مولویوں کی صف میں نہیں کھڑا کیا جاتا۔

اِعتدال:۔ سب سے پہلے میں اپنا موقف سامنے رکھ دوں، میرا موقف یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اہل سنت و جماعت کے عقائد (جیسا شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ فضل رسول بدایونی و شاہ احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ کی کتابوں میں لکھا ہے) رکھتا ہو اور قرآن و سنت سے منصوص فرائض و واجبات نیز سنن موکدہ پر عامل ہو اسے میں سینے سے لگاتا ہوں اور لگانے کو ہمیشہ تیار ہوں۔ چاہے وہ مجھے، میرے خاندان، میرے مرشد و اساتذہ سے محبت نہ رکھتا ہو کہ اتنے پر عمل کرنے والے بھی بمشکل ملتے ہیں۔ نہ ہمیں اسلام کے دامن کو اتنا وسیع کرنا ہے کہ اس میں گستاخانِ رسالت و منکرینِ نبوت محمدیہ ﷺ وہابی، قادیانی، عیسائی اور یہودی کو بحیثیت مسلمان پناہ مل جائے اور نہ ہی اسے اتنا تنگ کرنا ہے کہ جو شخص عقائد اہل سنت رکھتا ہو اور منصوص فرائض و واجبات (مذاہب اَربعہ میں سے کسی خاص کے مطابق) عامل ہو، اس کے لیے بھی جگہ نہ ہو، اور وہ ہمارے رویے کی وجہ سے آہستہ آہستہ تعلیمات اہل سنت سے دور ہوتا چلا جائے۔ اگر ہم نے اپنی روش نہیں بدلی اور خود کو اِفراط و تفریط سے باز نہیں رکھا تو قیامت کے دن ہزاروں لاکھوں لوگوں کے ایمان و جان کی ہلاکت کا حساب ہمیں دینا ہوگا۔

علما و عوام سے اپیل:۔ ہم نے کافی قریب سے اس پروگرام کو دیکھا پرکھا جائزہ لیا، جہاں تک ہم نے سمجھا وہ یہی ہے کہ منتظمین کے پلے پڑا ہو یا نہیں مگر اصلی انتظامیہ کا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں بالخصوص اہلِ سنت جو ہند میں 80 فیصد ہیں ان کو مختلف گروہ میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ وہ بہار الیکشن کی طرح اپنی طاقت کا مظاہرہ نہ کر سکیں، اور آنے والے انتخابات میں باہم دست و گریباں ہو کر سیکولر امیدواروں کی شکست کی راہ ہموار کر سکیں۔ یہ چال اتنی ہوشیاری سے چلی گئی ہے کہ اس میں سکے کے دونوں رخ سازش کرنے والوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا آپس میں گتھم گتھا ہونے کی بجائے شرکا اور منتظمین کے آئندہ اِقدامات کو باریکی سے دیکھیں کہ ان کے اقدامات سے پشیمانی جھلکتی ہے یا سازش کرتاؤں کی حمایت۔ کوشش کریں کہ آئندہ انتخابات میں فرقہ پرست طاقتوں کی سازش ناکام ہو جائے ورنہ راجیہ سبھا میں اکثریت ملتے ہی تصوف کی تعریف میں قلابے ملانے والے وزیر اعظم کے کابینی رفقا اور قانون سازوں کے بہت سے ایسے اقدامات بھی دیکھنے کو مل سکتے ہیں جو ملک کے ستونوں کو ہلا کر رکھ دیں۔ اس لیے ہر آدمی کام میں لگ جائے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ فرقہ پرستانہ سیاست ہندوستانی عوام کو قبول نہیں ہے۔ میں ایک بار پھر دست بستہ عرض گذار ہوں کہ صوفی کانفرنس کو ایک ہوا کا جھونکا سمجھ کر بھول جائیں، شرکا سے تعرض نہ کریں، جن کی شبیہ پر اس کانفرنس میں شرکت کے علاوہ اور کوئی دھبہ نہیں ہے ان سے متعلق حسن ظن کو باقی رکھیں، لاکھ سازشوں اور ہزار ہا بار تاؤ دلانے کے باوجود آپ صبر کا دامن تھامیں رہیں اور فروغِ اہل سنت کے مشن میں تن من دھن سے جٹ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے محفوظ رکھے اور اپنی منزل پہ گامزن رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین